بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

غوث العالم مخدوم سید اشرف جہاں گیر سمنانی علیہ الرحمہ
کے ایک نامور خلیفہ

# ملک العلماء قاضی شہاب الدین دولت آبادی

[ولادت: ۷۶۱ھ —— وفات: ۸۴۹ھ]


مؤلف

## ساجد علی مصباحی

استاذ جامعہ اشرفیہ، مبارک پور، اعظم گڑھ



ناشر: شعبۂ نشریات دار العلوم احمدیہ برکاتیہ، سوانچ پار، سنت کبیر نگر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

**جملہ حقوق بحق مؤلف محفوظ**


| | | |
|---|---|---|
| نام کتاب | : | ملک العلماء، قاضی شہاب الدین دولت آبادی |
| نام مؤلف | : | مولانا ساجد علی مصباحی |
| | | استاذ جامعہ اشرفیہ، مبارک پور، اعظم گڑھ، یوپی |
| | | موبائل نمبر: 9450827590 |
| پروف ریڈنگ | : | مولانا اظہار النبی حسینی مصباحی |
| | | تربیت تدریس جامعہ اشرفیہ، مبارک پور، اعظم گڑھ |
| کمپوزنگ | : | نعمانی کمپیوٹر سینٹر، مبارک پور، اعظم گڑھ، یوپی |
| تعداد صفحات | : | ایک سو چار (۱۰۴) |
| اشاعت اول [ای بک] | : | رجب المرجب ۱۴۳۸ھ/ اپریل ۲۰۱۷ء |


**آن لائن کتاب ملنے کا پتہ**

1. ahmadiabarkatia.in
2. aljamiatulashrafia.in
3. aljamiatulashrafia.org

# اظہار حقیقت

بسم اللہ الرحمن الرحیم

آج سے قریب چار سال پہلے کی بات ہے جب محب گرامی حضرت مولانا جلال الدین مصباحی، مدیر اعلیٰ شش ماہی پیغام نور العین، کچھوچھہ شریف نے مجھ سے اپنے رسالہ کے لیے مضمون لکھنے کی فرمائش کی تھی، اس وقت مجھے خیال آیا کہ غوث العالم مخدوم سید اشرف جہاں گیر سمنانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خلفا کا تذکرہ یکجا نظر نہیں آتا ہے؛ اس لیے اگر ان کے خلفا میں سے ایک ایک کی حیات وخدمات پر کچھ لکھتے رہیں تو موصوف کی فرمائش بھی پوری ہو جائے گی اور تمام خلفا کا تذکرہ بھی یکجا ہو جائے گا۔

اس خیال سے میں نے مخدوم صاحب کے خلفا کی ایک فہرست تیار کی اور ان پر کچھ کام کرنے کا مَن بنالیا اور اس سلسلے کی پہلی کڑی کے طور پر میں نے ملک العلماء قاضی شہاب الدین دولت آبادی کے شخصیت اور ان کی حیات وخدمات پر مشتمل ایک مضمون قلم بند کیا جو شش ماہی رسالہ "پیغام نور العین" دسمبر ۲۰۱۲ء میں شائع ہوا۔

اس کی اشاعت کے قریب دو سال بعد عالی جناب محمد بشارت علی صدیقی اشرفی صاحب نے ایک روز "جدہ" سے مجھے فون کیا اور اس مضمون کا حوالہ دیتے ہوئے کہا کہ اگر اس میں کچھ اضافہ کر کے کتابچہ کی شکل دے دی جائے تو بہت اچھا رہے گا۔ میں نے کہا: ٹھیک ہے، دیکھا جائے گا، پھر نہ اس کی طرف میری توجہ ہو سکی اور نہ ہی انھوں نے اس پر کوئی اصرار کیا۔

امسال چند ماہ پہلے پھر موصوف نے اس کی جانب توجہ دلائی تو میں بھی اس کام کے لیے پرعزم ہو گیا اور نئے سرے سے اس موضوع کا مطالعہ شروع کر دیا اور ضروری کتابیں حاصل کرنے میں لگ گیا۔

اس راہ میں میرے لیے سب سے بڑی دشواری یہ تھی کہ ماخذ کی اصل کتابیں مارکیٹ میں یا عام لائبریریوں میں دستیاب نہیں تھیں، نٹ پر بھی عموماً ان کتابوں کا اردو ترجمہ ہی نظر آرہا تھا، مگر یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ

مشکلے نیست کہ آساں نشود مرد باید کہ ہراساں نشود

میں تلاش وجستجو میں لگا رہا، میرے احباب نے اس سلسلے میں میرا تعاون کیا اور چند ایام میں تقریباً مطلوبہ سبھی کتابیں مل گئیں، مثلاً

- محب گرامی مولانا ابرار رضا رشیدی مصباحی نے دہلی سے دو کتابوں کی فوٹو کاپی بھیج دی۔(۱) مولانا خیرالدین محمد جون پوری کی کتاب "تذکرۃ العلماء"۔(۲) شمس العلماء محمد حسین آزاد کی کتاب "تذکرۂ علما"۔
- مولانا انظار احمد مصباحی، جامعہ ملیہ اسلامیہ، نئی دہلی نے "ڈاکٹر ذاکر حسین لائبریری" سے ملا محمد قاسم ہندوشاہ کی کتاب "تاریخ فرشتہ" فارسی کے مطلوبہ صفحات کا فوٹو بھیج دیا۔
- مولانا ناصر حسین مصباحی، استاذ جامعہ اشرفیہ، مبارک پور نے شیخ عبدالحق محدث دہلوی کی کتاب "اخبار الاخیار فی اسرار الابرار" کا فارسی نسخہ نٹ سے فراہم کر دیا۔
- مولانا اسلم پرویز مصباحی، استاذ جامعہ اشرفیہ، مبارک پور نے سید غلام علی آزاد بلگرامی کی کتاب "مآثر الکرام" فارسی کا انتظام کر دیا۔
- مولانا محمد اظہار النبی حسینی مصباحی، جامعہ اشرفیہ، مبارک پور نے ٹیلی گرام کے ذریعہ شاہ عبدالقدوس گنگوہی کی کتاب "انوار العیون فی اسرار المکنون" فراہم کر دی۔

اس طرح سے باقی کتابیں بھی دستیاب ہوگئیں۔ میں اپنے ان تمام احباب کا شکریہ ادا کرتا ہوں اور دعا کرتا ہوں کہ اللہ جل شانہ ان حضرات کی خدمات قبول فرمائے اور ان کی کاوشوں کا انھیں بہتر اجر عطا فرمائے اور ہم سب کو سعادت دارین سے مالا مال فرمائے۔ آمین

اور محب گرامی محمد بشارت علی صدیقی اشرفی کا بھی شکریہ ادا کرتا ہوں کہ انھوں نے اس کتاب کو تیار کرنے کی ترغیب دی اور اس کی اشاعت کا بھی وعدہ کیا۔

اللہ رب العزت ان سب کو اجر جزیل عطا فرمائے اور میری اس کاوش کو شرف قبول بخشے اور آخرت میں اسے میرے لیے ذریعۂ نجات بنائے۔ آمین بجاہ حبیبہ الکریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وصحبہ اجمعین۔

ساجد علی مصباحی، جامعہ اشرفیہ، مبارک پور، اعظم گڑھ

۱۷ر رجب ۱۴۳۸ھ/ ۱۵ر اپریل ۲۰۱۷ء، بروز شنبہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہٗ ونُصلّي ونُسلّم علی رسوله الکریم

## ملک العلماء، قاضی شہاب الدین دولت آبادی

ملک العلماء، قاضی شہاب الدین دولت آبادی علیہ الرحمۃ والرضوان، غوث العالم، محبوبِ یزدانی، مخدوم سید اشرف جہاں گیر سمنانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ [متوفی: ۸۰۸ھ] کے ایک جلیل القدر خلیفہ ہیں۔

ملک العلماء ہمہ جہت فضل وکمال کے حامل اور شریعت وطریقت کے جامع تھے، مختلف علوم وفنون میں انھیں امامت وعبقریت کا درجہ حاصل تھا، وہ اپنے دَور کے ممتاز علماے کرام کے میرِ کارواں اور مشہور ومعروف مصنفین میں سرِ فہرست تھے، اُس دَور کے علما ومشائخ اور امرا وسلاطین نے ان کے علمی وادبی کمالات وخصوصیات کا اعتراف کرتے ہوئے ان کی بارگاہ میں تشکر وامتنان کا ہدیہ اور ادب واحترام کا نذرانہ پیش کیا۔

مگر حیرت کی بات یہ ہے کہ سیرت وسوانح اور تراجم وطبقات کی کتابوں میں علوم ومعارف کے اِس بحرِ بے کراں کا پورا نام ونسب بھی تفصیل کے ساتھ نہیں ملتا اور نہ ہی کسی تذکرہ نگار نے اس مردِ حق آگاہ کی تاریخ ولادت کا باضابطہ ذکر کیا ہے، پھر بھی تلاش وجستجو سے جو کچھ مل سکا ہے، ہم اسے ہدیۂ ناظرین کرتے ہیں۔

### ملک العلماء کا نام ونسب:

آپ کا نام: احمد، لقب: شہاب الدین اور ملک العلماء ہے۔ آپ کے والد کا نام: عمر، کنیت: ابوالقاسم اور لقب: شمس الدین ہے۔ والد کے لقب سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ بھی اپنے دَور کے مشاہیر اربابِ فضل وکمال میں سے تھے۔

شیخ اسمٰعیل بن محمد امین بغدادی کی کتاب ”ہدیۃ العارفین“ میں ہے:

"أحمد بن أبي القاسم عمرالزاولي شهاب الدين الدولة آبادي

الهندي الحنفي".[١]

شیخ مصطفیٰ بن عبداللہ کاتب چلپی [متوفیٰ: ١٠٦٧ھ] نے ملک العلماء کی تصنیف کردہ کتاب "الإرشاد" کا ذکر کرتے ہوئے "کشف الظنون" میں اس طرح لکھا ہے:

"شهاب الدين أحمد شمس الدين بن عمرالهندي الدولة آبادي".[٢]

اور اسی کتاب میں علامہ ابن حاجب کی کتاب "کافیہ" کے شارحین کا ذکر کرتے ہوئے ملک العلماء، قاضی شہاب الدین دولت آبادی کا نام اس طرح تحریر کیا ہے:

"شهاب الدين أحمد بن عمر الهندي".[٣]

شیخ عبدالصمد انصاری نے اپنی کتاب "اخبارالاصفیاء" میں اس طرح لکھا ہے:

"شهاب الدين بن عمرالزاولي،الدولة آبادي،الغزنوي".[٤]

سید غلام علی آزاد بلگرامی "سبحۃ المرجان" میں اس طرح ذکر کرتے ہیں:

"القاضى شهاب الدين بن شمس الدين بن عمرالزاولي الدولة آبادي".[٥]

مولوی رحمان علی نے اپنی کتاب "تذکرۂ علماے ہند" میں اس طرح لکھا ہے:

"قاضی شہاب الدین دولت آبادی ابن شمس الدین بن عمر الزاولی"۔[٦]

حکیم عبدالحیٔ راے بریلوی نے اپنی کتاب "نزہۃ الخواطر" میں یوں لکھا ہے:

"الشيخ الإمام العالم الكبير العلامة أحمد بن عمر الزاولي ،

---

[١] ہدیۃ العارفین اسماء المؤلفین وآثار المصنفین، باب الالف، ج:١،ص:٦٧، المکتبۃ الشاملۃ۔

[٢] کشف الظنون عن اسامی الکتب والفنون، ج:١،ص:١، داراحیاء التراث العربی، بیروت، لبنان۔

[٣] المصدر السابق، ج:٢،ص:١٣٧١، داراحیاء التراث العربی، بیروت، لبنان۔

[٤] اخبارالاصفیاء، ورق:٦٠، قلمی۔

[٥] سبحۃ المرجان فی آثار ہندوستان، ص:٩٥، معہد الدراسات الاسلامیۃ، جامعۃ علی کرہ الاسلامیۃ، علی کرہ، الہند۔

[٦] تذکرۂ علماے ہند، ص:٨٨، مطبع نول کشور، لکھنؤ، ١٩١٤ء۔

قاضي القضاة ، ملك العلماء ، شهاب الدين بن شمس الدين الدولة آبادي أحد الأئمة بأرض الهند.[۱]

شیخ صدیق بن حسن قنوجی نے اپنی کتاب "ابجد العلوم" میں اس طرح لکھا:

"القاضي شهاب الدين بن شمس الدين بن عمر الزاولي".[۲]

ان کتابوں کے مندرجات میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ قاضی صاحب کا اصل نام "احمد" اور لقب "شہاب الدین" ہے، اور آپ کے والدِ ماجد کا اسم گرامی "عمر" اور لقب "شمس الدین" ہے۔

بعض حضرات نے لفظِ "شمس الدین" کو بجائے لقب کے نام خیال کیا اور اس سے پہلے یا اس کے بعد "ابن" لگا دیا جس کی وجہ سے ملک العلماء کے والدِ ماجد کے نام میں اشتباہ ہونے لگا۔

ہمارے اس قول کی تائید میں ہدیۃ العارفین، کشف الظنون اور اخبار الاصفیاء کی نقل کی گئی عبارتیں پیش کی جاسکتی ہیں۔

اس کے علاوہ آن لائن "کتاب خانہ: الہیات و معارف اسلامی" میں آپ کی تفسیر قرآن "بحر مواج" کے قلمی نسخہ کا جو تعارف درج ہے، اس سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔ وہ تعارف درج ذیل ہے:

عنوان: البحر المواج والسراج الوہاج فی تفسیر القرآن = بحر مواج = تفسیر۔ ج: 1

مؤلف: شہاب الدین قاضی احمد بن ابی القاسم عمر زاولی، دولت آبادی، دہلوی، ہندی۔

شمارہ نسخہ: 1500۔ موضوع: نامشخص۔ زبان: فارسی۔ تعداد برگہ: 577۔

تاریخ کتابت: ۱۹ محرم ۱۱۰۰ھ۔ کتاب خانہ: الہیات و معارف اسلامی۔[۳]

---

[۱] نزہۃ الخواطر وبہجۃ المسامع والنواظر، ج: ۳، ص: ۲۲۳، دار ابن حزم، بیروت، لبنان۔

[۲] ابجد العلوم الوشی المرقوم فی بیان احوال العلوم، ج: ۳، ص: ۲۱۹، المکتبۃ الشاملۃ۔

[۳] http://manuscript.ac.ir/moreinfo-2976-pg-1.html

## ملک العلماء کا آبائی وطن:

آپ کے آبا واجداد "زابل/زابُلستان" کے ایک مشہور ومعروف شہر "غزنہ/غزنین" میں رہتے تھے، چناں چہ ملا محمد قاسم ہندو شاہ کی کتاب "تاریخ فرشتہ" میں اس کی صراحت موجود ہے، وہ لکھتے ہیں:

"اصلِ او از غزنین است"۔[۱] یعنی ان کا آبائی وطن "غزنین" ہے۔

شیخ شہاب الدین ابوعبداللہ یاقوت بن عبداللہ حموی بغدادی [متوفی: ۶۲۶ھ] "معجم البلدان" میں لکھتے ہیں:

"غَزْنَة: بفتح أوله وسكون ثانيه ثم نون هٰكذا يتلفظ بها العامة والصحيح عند العلماء غَزنين . و يقال لمجموع بلادها زابلستان و غزنة قصبتها".[۲]

ترجمہ: عوام الناس غَزْنَۃ (پہلا حرف مفتوح، دوسرا ساکن اور تیسرا حرف نون) بولتے ہیں اور علما کے نزدیک صحیح لفظ غَزْنین ہے۔ اس کے تمام شہروں کو زابُلِستان کہا جاتا ہے اور غَزْنہ اسی کا ایک قصبہ ہے۔

شیخ حموی اسی کتاب میں "زابُلِستان" کے بارے میں تحریر فرماتے ہیں:

"زَابُلِستان (بعد الألف باء موحدة مضمومة ولام مكسورة وسين مهملة ساكنة وتاء مثناة من فوق وآخره نون) كورة واسعة قائمة برأسها جنوبي بلخ وطخارستان ، وهي زابل، والعجم يزيدون السين وما بعدها في أسماء البلدان شبيها بالنسبة. وهي منسوبة إلىٰ زابل جدّ رُستم بن دستان ، وهي البلاد التي قصبتها "غزنة" البلد المعروف العظيم.[۳]

---

[۱] تاریخ فرشتہ، جلد دوم، ص: ۳۰۶، مطبع: منشی نول کشور۔

[۲] معجم البلدان، ج: ۴، ص: ۲۰۱، باب الغین والزاء، دار الفکر، بیروت، لبنان۔

[۳] معجم البلدان، ج: ۳، ص: ۱۲۵، باب الزاء والالف، دار الفکر، بیروت، لبنان۔

ترجمہ: زابُلِستان ایک وسیع وعریض ملک کا نام ہے جو بلخ اور طخارستان کے جنوب میں واقع ہے۔اس کا اصل نام "زابُل" ہے۔عجمی،شہروں کے نام میں نسبت سے مشابہت کی بنیاد پر سین اور اس کے بعد کے حروف کا اضافہ کردیتے ہیں۔ یہ ملک رستم بن دستان کے دادا "زابُل" سے منسوب ہے اور غزنہ اسی ملک کا ایک بڑا اور مشہور شہر ہے۔

شہر "غزنین" سے ہندوستان آنے والوں میں ملک العلماء، قاضی شہاب الدین دولت آبادی کا خاندان بھی تھا،لیکن یہ خاندان کس دَور میں ہندوستان آیا، اس کے بارے میں صراحت کے ساتھ کچھ بھی معلوم نہ ہوسکا۔

ہاں ! اس امر پر تمام تذکرہ نگار متفق ہیں کہ قاضی شہاب الدین صاحب کی ولادت ہندوستان کے ایک شہر "دولت آباد" میں ہوئی ۔لیکن "دولت آباد" نام کے دو شہر ہیں: ایک، دولت آباد، دہلی، دوسرا، دولت آباد، دکن۔

بعض مورخین مثلاً ملا محمد قاسم ہندوشاہ نے اپنی کتاب "تاریخ فرشتہ" میں دولت آباد، دکن کی صراحت کی ہے۔ چنان چہ ان کے الفاظ یہ ہیں:

"در دولت آباد، دکن نشو ونما یافت"۔[۱] ترجمہ: قاضی شہاب الدین کی نشو ونما دولت آباد، دکن میں ہوئی۔

لیکن اکثر تذکرہ نگاروں نے دولت آباد، دہلی لکھا ہے، چنان چہ شیخ عبدالصمد انصاری "اخبار الاصفیاء" میں یوں رقم طراز ہیں:

"زادگاہِ او دولت آباد، دہلی است"۔[۲] ترجمہ: ان کی جاے پیدائش دولت آباد، دہلی ہے۔

سید غلام علی آزاد بلگرامی "سبحۃ المرجان" میں لکھتے ہیں:

"ولد القاضي بدولة آباد ، دهلي".[۳]

---

[۱] تاریخ فرشتہ، ج:۲،ص:۳٦٠، مطبع: منشی نول کشور۔

[۲] اخبار الاصفیاء، ص:۶۰، قلمی۔

[۳] سبحۃ المرجان فی آثار ہندوستان، ص:۹۵، معہد الدراسات الاسلامیۃ، جامعہ علی کرہ الاسلامیۃ، علی کرہ، الہند۔

ترجمہ: قاضی شہاب الدین دولت آباد، دہلی میں پیدا ہوئے۔

اور ایسا ہی شمس العلماء محمد حسین آزاد کی کتاب "تذکرۂ علما"[۱] اور حکیم عبدالحیٔ رائے بریلوی کی کتاب "نزہۃ الخواطر"[۲] میں بھی ہے۔ اور یہی صحیح معلوم ہوتا ہے۔

## غزنوی، زاولی، ہندی اور دولت آبادی:

تذکرہ نگاروں نے ملک العلماء کے آبائی وطن "غزنین/غزنہ" کی طرف نسبت کرتے ہوئے انھیں "غزنوی" لکھا، چوں کہ یہ شہر ملکِ "زابُل/ زابُلستان" میں واقع ہے، بلکہ وہاں کی راجدھانی ہے؛ اس لیے اس کی طرف نسبت کرتے ہوئے (با کو واو سے بدل کر) "زاولی" لکھا، اور ان کی ولادت چوں کہ ملک ہندستان میں ہوئی ہے؛ اس لیے انھیں "ہندی" کہا جاتا ہے اور ان کی خاص جائے ولادت "دولت آباد" کی طرف نسبت کرتے ہوئے انھیں "دولت آبادی" کہا اور لکھا جاتا ہے، اور یہی نسبت زیادہ مشہور ہے۔

## ولادت اور تعلیم وتربیت:

ملک العلماء قاضی شہاب الدین دولت آبادی ۷۶۱ھ میں "دولت آباد، دہلی" میں پیدا ہوئے اور وہیں ان کی نشوونما ہوئی۔[۳]

علامہ قاضی عبدالمقتدر بن رکن الدین شریحی کندی [متوفی: ۷۹۱ھ] اور علامہ شیخ خواجگی بن محمد حنفی دہلوی [متوفی: ۸۰۹ھ] سے مروجہ علوم وفنون کی تحصیل وتکمیل فرمائی۔

قاضی صاحب کے یہ دونوں مشفق ومہربان اساتذہ، عارف باللہ شیخ نصیرالدین محمود اودھی معروف بہ "چراغ دہلی" [متوفی: ۷۵۷ھ] کے شاگرد اور ان کے خلیفہ تھے۔

---

[۱] اس کتاب کے الفاظ یہ ہیں: قاضی شہاب الدین بن شمس الدین بن عمر الزاولی الدولت آبادی: یہ دولت آباد، دہلی میں پیدا ہوئے۔ [تذکرۂ علما، ص: ۳۹، الفتح پبلی کیشنز، راولپنڈی۔]

[۲] اس کتاب کے الفاظ یہ ہیں: ولد بدولة آباد، دهلي بعد سبعمائة من الهجرة ونشأ بها. [نزهة الخواطر، ج: ۳، ص: ۲۳۳، دار ابن حزم، بيروت، لبنان.]

[۳] تذکرۂ علما مع حواشی وتعلیقات، ص: ۳۹، وص: ۷۷، الفتح پبلی کیشنز، راولپنڈی۔

سید غلام علی آزاد بلگرامی فرماتے ہیں:

"وتلمذ علی القاضي عبد المقتدر الدهلوي ومولانا خواجكي الدهلوي وهو من تلامذة مولانا معين الدين العمراني رحمهم الله تعالیٰ ففاق أقرانه وسبق إخوانه".[۱]

ترجمہ: قاضی شہاب الدین دولت آبادی نے قاضی عبدالمقتدر دہلوی اور مولانا خواجگی دہلوی سے اکتساب علم کیا۔ مولانا خواجگی مولانا معین الدین عمرانی کے شاگرد تھے۔ (اللہ تعالیٰ ان سب پر رحم فرمائے) تو قاضی صاحب اپنے ہم عصروں سے نمایاں ہو گئے اور اپنے اصحاب سے آگے بڑھ گئے۔

حکیم عبدالحئی رائے بریلوی کی کتاب "نزہۃ الخواطر" میں ہے:

"قرأ العلم على القاضي عبدالمقتدر بن ركن الدين الشريحي الكندي ومولانا خواجكي الدهلوي فبرز في الفقه والأصول و العربية وصار إماما في العلوم لايلحق غباره.[۲]

ترجمہ: انھوں نے قاضی عبدالمقتدر بن رکن الدین شریحی کندی اور مولانا خواجگی دہلوی سے علم حاصل کیا تو فقہ، اصول اور عربی زبان وادب میں ممتاز ہو گئے اور علوم ومعارف کے ایسے امام بن گئے جن کے غبار راہ کو بھی نہیں پہنچا جا سکتا۔

ان دونوں بزرگوں نے اپنے ہونہار شاگرد کی تعلیم کے ساتھ، تربیت کا بھی بھرپور خیال رکھا۔ اس سلسلے میں شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمہ اپنی کتاب "اخبار الاخیار" میں ایک واقعہ اس طرح نقل کرتے ہیں:

"ایک روز قاضی شہاب الدین دولت آبادی کو کہیں سے تھوڑا سا سونا مل گیا جسے وہ بحفاظت گھر لے آئے اور تنہائی میں جا کر اپنی والدہ سے کہا: اسے گھر کے اندر کہیں دفن کر دینا چاہئے۔

---

[۱] سبحۃ المرجان فی آثار ہندوستان، ص: ۹۵، معہد الدراسات الاسلامیۃ، جامعۃ علی کرہ الاسلامیۃ، علی کرہ، الہند۔

[۲] نزهة الخواطر و بهجة المسامع والنواظر، ج: ۳، ص: ۲۳۳، دار ابن حزم، بیروت۔

قاضی صاحب اس واقعہ کے بعد جب اپنے استاذ شیخ عبدالمقتدر دہلوی کی درس گاہ میں حاضر ہوئے تو انھوں نے قاضی صاحب کو دیکھتے ہی ارشاد فرمایا:

"شما در گور کردنِ زر اید، باعلم کجا پردازید؟"۔[۱] یعنی تم سونا دفن کرنے کی فکر میں ہو تو علم کب حاصل کرو گے؟۔

## ملک العلماء کی علمی شان وشوکت:

ملک العلماء قاضی شہاب الدین دولت آبادی علیہ الرحمہ کی علمی شان وشوکت کا اندازہ ان الفاظ وکلمات سے لگایا جاسکتا ہے جو ان کے معاصر علما ومشائخ، مورخین وسوانح نگار، بالخصوص ان کے استاذِ گرامی حضرت علامہ قاضی عبدالمقتدر دہلوی اور ان کے پیر ومرشد غوث العالم سلطان سید اشرف جہاں گیر سمنانی علیہم الرحمہ کی زبان سے نکلے اور تاریخ کے صفحات پر نقش ہو گئے۔ اثباتِ مدعا کے لیے ہم چند الفاظ وکلمات یہاں پیش کرتے ہیں۔

## استاذ گرامی علامہ عبدالمقتدر، دہلوی کے کلمات:

ملک العلماء قاضی شہاب الدین دولت آبادی کے استاذ گرامی، فاضل روزگار، حضرت علامہ قاضی عبدالمقتدر دہلوی علیہ الرحمہ [متوفی: ۷۹۱ھ] اپنے اس شاگردِ رشید کے بارے میں اس طرح ارشاد فرمایا کرتے تھے:

"پیشِ من طالب علمے می آید کہ پوستِ او علم، ومغزِ او علم، واستخوانِ او علم است، وازیں طالبِ علم قاضی شہاب الدین را (علیہ الرحمہ) می خواست۔[۲]

ترجمہ: میرے پاس ایک ایسا طالب علم آتا ہے جس کا گوشت، پوست اور ہڈی علم ہی علم ہے، اس طالب علم سے ان کی مراد قاضی شہاب الدین ہوتے تھے۔

جلیل القدر استاذ کے ان کلمات عالیہ سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ دَورِ طالبِ علمی میں جس شخص کا یہ حال ہو کہ استاذ اسے سراپا علم کہے، تو اکتسابِ علم سے فارغ ہونے

[۱] اخبار الاخیار فی اسرار الابرار، ص: ۱۴۸، ذکر قاضی عبدالمقتدر، مطبع: مجتبائی، دہلی ۱۳۰۹ھ۔

[۲] اخبار الاخیار فی اسرار الابرار، ص: ۱۴۸، ذکر قاضی عبدالمقتدر، مطبع: مجتبائی، دہلی ۱۳۰۹ھ۔

کے بعد اس کے علمی جاہ وجلال اور باطنی فضل وکمال کا کیا حال رہا ہوگا۔

## پیر و مرشد سید اشرف جہاں گیر سمنانی کے کلمات:

ملک العلماء قاضی شہاب الدین دولت آبادی کے شیخ طریقت، غوث العالم، مخدوم سید اشرف جہاں گیر سمنانی [متوفی: ۸۰۸ھ] علیہ الرحمۃ والرضوان اپنے اس نامور خلیفہ کے فضل وکمال کا اظہار ان گراں قدر کلمات سے کرتے ہیں:

"در ہندوستان ایں مقدار فضیلت در کسے کم دیدہ ایم"۔[۱]

ترجمہ: ہم نے ہندستان میں قاضی شہاب الدین جیسی فضیلت وبزرگی کسی دوسرے شخص میں کم ہی دیکھی ہے۔

مخدوم سید اشرف جہاں گیر سمنانی علیہ الرحمہ اپنے ایک مکتوب میں قاضی شہاب الدین دولت آبادی کو اس طرح یاد کرتے ہیں:

"برادرِ اعزوارشد، جامع العلوم، قاضی شہاب الدین نَوَّرَ اللہُ تَعَالٰی قَلْبَہٗ بِأنْوَارِ الْیَقِیْنِ۔[۲]

## برادر روحانی شیخ نظام الدین غریب یمنی کے کلمات:

ملک العلماء، قاضی شہاب الدین دولت آبادی کے برادرِ روحانی شیخ نظام الدین غریب یمنی نے "لطائف اشرفی" کے صفحات پر ان الفاظ میں اُن کا ذکر جمیل کیا ہے:

"امام روزگار، وہمامِ دیار قاضی شہاب الدین دولت آبادی کہ مقتدائے علمائے فحول وپیشوائے بلغائے فروع واصول است از خلفائے ولایت پناہ وہدایت دست گاہ حضرت ایشاں اند"۔[۳]

ترجمہ: اپنے دَور کے امام اور علاقے کے میرِ کارواں قاضی شہاب الدین دولت

---

[۱] لطائف اشرفی فی بیان طوائف صوفی، ج:۲،ص ۱۰۵، مکتبہ سمنانی ۱۴/۱۷، فردوس کالونی، کراچی۔

[۲] اخبارالاخیار فی اسرارالابرار، ص: ۱۶۲، ذکر میر سید اشرف سمنانی، مطبع: مجتبائی، دہلی، ماہ رمضان ۱۳۰۹ھ۔

[۳] لطائف اشرفی فی بیان طوائف صوفی، ج:۱، ص: ۴۱۰، مکتبہ سمنانی ۱۴/۱۷، فردوس کالونی، کراچی۔

آبادی جو اجلۂ علماے کرام کے مقتدیٰ اور اصول وفروع کے ماہرین کے پیشوا ہیں، وہ پناہ ولایت اور سرمایۂ ہدایت حضرت مخدوم سید اشرف جہاں گیر سمنانی کے خلفا میں سے ہیں۔

شیخِ موصوف اسی کتاب میں چند سطروں کے بعد اس امام روزگار اور ہمام دیار کا بیان درج ذیل الفاظ میں کرتے ہیں:

”وے مہینِ خلفاے ولایت مآب، وبہترین ندماے اصحاب اند، جامع بودہ میان علوم ظاہری و باطنی، صاحبِ معاملاتِ یقینی وجامعِ وارداتِ دینی شدہ بود، تشرع بسیار داشت، ریاضاتِ شدیدہ ومشاہداتِ جدیدہ کشید کہ اشرف خلافت واجازت یافتہ“۔[۱]

ترجمہ: وہ (قاضی شہاب الدین) ولایت مآب (سید اشرف جہاں گیر سمنانی) کے جلیل القدر خلیفہ اور بہترین ہم نشیں اصحاب میں سے ہیں، وہ علوم ظاہری و باطنی کے جامع، معاملاتِ یقینی کے حامل، وارداتِ دینی سے بہرہ ور اور شریعت کے مسائل سے خوب آگاہ اور ان پر عامل ہیں، انھوں نے ریاضاتِ شدیدہ اور مشاہداتِ جدیدہ میں اس قدر جدّ و جہد کی کہ بہتر اجازت وخلافت سے شادکام ہوئے۔

## خواجہ تاش شیخ واحدی کے کلمات:

ملک العلماء، قاضی شہاب الدین دولت آبادی کے ایک خواجہ تاش اور غوث العالم، مخدوم سید اشرف جہاں گیر سمنانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے مرید وخلیفہ شیخ واحدی نے اُن کے علم وفضل کی وسعت کا ذکر ایک قطعہ میں اس طرح کیا ہے:

لشکر علم تو بہ تیغ زباں ● از عجم تا عرب گرفتہ دیار
چوں گرفتی عراق عربیت ● فارسی را بہ واحدی بگذار

ترجمہ: تیرے علم کی فوج، تیغ زبان کے ذریعہ عجم سے عرب تک کے تمام شہروں کو فتح کر چکی ہے، جب تو نے عراق کی عربیت کو اپنے قبضے میں لے لیا ہے تو فارسی کو واحدی کے لیے چھوڑ دو۔[۲]

---

[۱] لطائف اشرفی فی بیان طوائف صوفی، ج:۱، ص:۱۰۴، مکتبہ سمنانی ۱۴/ ۱۷، فردوس کالونی، کراچی۔
[۲] لطائف اشرفی فی بیان طوائف صوفی، ج:۲، ص:۱۰۶، مکتبہ سمنانی ۱۴/ ۱۷، فردوس کالونی، کراچی۔

## شیخ عبدالقدوس گنگوہی کا بیان:

شیخ عبدالقدوس گنگوہی [متوفی: ۹۴۵ھ] نے اپنی کتاب "انوارالعیون فی اسرار المکنون" میں قاضی شہاب الدین دولت آبادی کو اس طرح کے گراں قدر خطابات والقاب سے یاد کیا ہے:

"صدرالعلماء، بدرالفضلاء، استاذ الشرق والغرب، عالم ربانی، نعمانِ ثانی، مخدوم، قاضی شہاب الدین نوراللہ مرقدہ"۔[۱]

## شیخ عبدالحق محدث دہلوی کا بیان:

سندالکاملین شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمہ [متوفی: ۱۰۵۲ھ] اپنی کتاب "اخبارالاخیار" میں قاضی شہاب الدین دولت آبادی کے علم وفضل کے بارے میں اس طرح رقم طراز ہیں:

"شہرتِ اوصافش مستغنی است ازشرحِ آں، اگرچہ در زمانِ اودانشمندان بودہ اندکہ استادان وشریکان او بودہ، اما شہرت وقبولے کہ حق تعالیٰ اوراعطا کرد ہیچ کس راازاہل زمانِ اونکرد"۔[۲]

ترجمہ: ان کے فضائل ومناقب کی شہرت وناموری شرح وبیان سے بے نیاز ہے۔ان کے زمانہ میں ان کے شرکاے درس اور اساتذۂ کرام میں بہت سے علماے ذوی الاحترام موجود تھے، مگر اللہ تعالیٰ نے جو شہرت وقبولیت قاضی شہاب الدین صاحب کو عطا فرمائی وہ ان کے دَور کے کسی صاحبِ فضل وکمال کو نہیں عطا کی۔

## شیخ عبدالصمد انصاری کا بیان:

شیخ عبدالصمد انصاری "اخبارالاصفیاء" میں قاضی شہاب الدین دولت آبادی کے تذکرہ میں اس طرح لکھتے ہیں:

---

[۱] انوارالعیون فی اسرارالمکنون،ص:۳۳،نقل:۱۸،مطبع:گلزار محمدی،لکھنؤ۔

[۲] اخبارالاخیارفی اسرارالابرار،ص:۱۷۵،مطبع:مجتبائی،دہلی،۱۳۰۹ھ۔

"صیتِ کمالاتِ او، وآوازۂ دریافتش برتر ومشہور تر ازاں است کہ نگاشتۂ قلم بدائع نگار آید، الحق در ہندوستان چنونے کم بظہور آمدہ، دانش رسمی را پیش مولانا خواجگی وقاضی عبدالمقتدر شریحی اندوختہ کاخ سخنوری راا ساسِ بلند نہاد، وگلشنِ علم را آب یاری فطرت اعلیٰ طراوت بخشیدہ برعلماے روزگار چیرہ دست آمدہ"۔[۱]

ترجمہ: قاضی شہاب الدین دولت آبادی کے کمالات کا شہرہ اور ان کے علم وفضل کا چرچا اس سے بالا تر ہے کہ رنگیں بیاں قلم سے اسے لکھا جا سکے۔حق یہ ہے کہ قاضی صاحب جیسے علما ہندستان میں کم ہی پیدا ہوئے ہیں۔

انھوں نے مروجہ علوم وفنون مولانا خواجگی اور قاضی عبدالمقتدر شریحی سے حاصل کر کے اپنے علم کا قصر معلیٰ تعمیر کیا اور گلشن علوم کو فطری صلاحیت کی آبیاری سے تر وتازگی بخشی اور اپنے دَور کے علما پر فوقیت لے گئے۔

## سید غلام علی آزاد بلگرامی کا بیان:

سید غلام علی آزاد بلگرامی علیہ الرحمہ اپنی مشہور ومعروف کتاب "مآثر الکرام" میں قاضی شہاب الدین دولت آبادی کے اوصاف وکمالات اس طرح بیان کرتے ہیں:

"عمدۂ دانشمندان ہنداست وشہرۂ بلادِ عرب وعجم...اگر چہ دراں عہد دانش مندان دیگر نیز فائق عصر بودند، اما طالع شہرتے کہ او یافت احدے رامیسر نہ گشت، وآثارے کہ ازو برصحیفۂ روزگار باقی ماند از دیگرے پیدا نیست۔[۲]

ترجمہ: وہ دانشوران ہند میں قابل اعتماد ہیں، ان کا شہرہ عرب وعجم میں ہے، ان کے زمانہ میں اگر چہ دوسرے اہل علم لائق وفائق تھے، مگر جو شہرت ان کو ملی کسی دوسرے کو نہیں مل سکی اور ان کے جو علمی آثار باقی رہے ان کی مثال دوسرے اہل علم کے یہاں نہیں ملتی ہے۔

[۱] اخبار الاصفیاء، ص:۶۰، قلمی۔

[۲] مآثر الکرام، ج:۱، ص:۱۸۸، مطبع: مفید عام، آگرہ، ۱۳۲۸ھ۔

## مفتی غلام سرور لاہوری کا بیان:

مفتی غلام سرور لاہوری اپنی کتاب ”خزینۃ الاصفیاء“ میں قاضی شہاب الدین دولت آبادی کے تذکرہ میں لکھتے ہیں:

”درعلوم ظاہری طاق وبرموزِ باطنی شہرۂ آفاق بود، قلم وزبان را طاقت آں نیست کہ بتحریر وتقریر اوصافش پردازد، ودرعہدِ خود قبولے عظیم یافت“۔[۱]

ترجمہ: وہ علوم ظاہری میں منفرد اور رموز باطنی میں مشہورِ زمانہ تھے، قلم وزبان میں ان کے اوصاف وکمالات کے لکھنے اور بیان کرنے کی طاقت نہیں ہے، انھیں اپنے زمانہ میں بڑی عزت ومقبولیت ملی۔

## حکیم عبدالحئ رائے بریلوی کا بیان:

حکیم عبدالحئ رائے بریلوی نے اپنی کتاب ”نزہۃ الخواطر“ میں ملک العلماء، قاضی شہاب الدین کا تذکرہ ان الفاظ میں کیا ہے:

"الشيخ الإمام الكبير العلامة قاضي القضاة ، ملك العلماء شهاب الدين بن شمس الدين الدولة آبادي أحد الأئمة بأرض الهند ... كان غاية في الذكاء وسيلان الذهن وسرعة الإدراك وقوة الحفظ وشدة الإنهماك في المطالعة والنظر في الكتب، لاتكاد نفسه تشبع من العلم ، ولاتروى من المطالعة ، ولا تمل من الاشتغال ، ولا تكل من البحث".[۲]

ترجمہ: شیخ امام کبیر علامہ قاضی القضاۃ، ملک العلماء، شہاب الدین بن شمس الدین دولت آبادی سرزمین ہند کے ایک امام ہیں ... وہ ذہانت، سرعتِ فہم، قوتِ حفظ، مطالعہ میں غایتِ انہماک اور کتب بینی میں درجۂ کمال رکھتے تھے، ان کا دل علم سے بھرتا

---

[۱] خزینۃ الاصفیاء، ج:۲، ص:۳۹۰، مطبع: منشی نول کشور، کان پور۔

[۲] نزہۃ الخواطر وبھجۃ المسامع والنواظر، ج:۳، ص:۲۳۳، ملخصاً، دار ابن حزم، بیروت، لبنان۔

نہیں تھا اور نہ ہی وہ مطالعہ سے سیراب ہوتے تھے، علمی مشاغل سے نہ اکتاتے اور نہ ہی بحث ومباحثہ سے گھبراتے تھے۔

## ملک العلماء کے معروف ومشہور اساتذہ:

ملک العلماء، قاضی شہاب الدین دولت آبادی کے اساتذۂ کرام میں صرف دو نام کتابوں میں ملتے ہیں: (۱) قاضی عبدالمقتدر بن رکن الدین شریحی کندی۔ (۲) مولانا خواجگی بن محمد حنفی دہلوی۔

قاضی صاحب کی شخصیت سازی میں ان دونوں اساتذہ کی توجہ نے بڑا کام کیا، بلکہ سچ تو یہ ہے کہ ان ہی اساتذۂ کرام کی نگاہِ کیمیا اثر نے قاضی صاحب کے اندر ملک العلماء بننے کی استعداد بخشی۔ اس لیے ہم سردست قاضی صاحب کے ان دونوں اساتذہ کا مختصر تعارف پیش کرتے ہیں:

## [۱] قاضی عبدالمقتدر بن رکن الدین شریحی کندی:

قاضی عبدالمقتدر بن رکن الدین شریحی کندی ۷۰۲ھ میں پیدا ہوئے اور شیخ الاسلام فرید الدین اودھی کے خرمن علم وفضل سے خوشہ چینی کی اور ان کے تلمیذ رشید شیخ شمس الدین محمد بن یحییٰ اودھی سے ابتدائی کتب درسیہ پڑھیں۔

کہتے ہیں کہ دورِ طالب علمی میں قاضی عبدالمقتدر اکثر شیخ نصیر الدین دہلوی کے پاس جایا کرتے اور ان سے بعض علمی مسائل پر گفتگو کیا کرتے تھے جس سے شیخ نصیر الدین کو قاضی عبدالمقتدر کی جودت طبع اور علمی صلاحیت وقابلیت کا اندازہ ہوگیا اور انھوں نے ان کو تحصیل علم کی طرف خصوصی توجہ دلائی، بعد میں قاضی عبدالمقتدر نے ان سے تفسیر کشاف اور اصول بزدوی پڑھی اور ان ہی کی بیعت وخلافت سے اپنی روحانی بزم سجائی۔

قاضی عبدالمقتدر اپنے دور میں دہلی کی جامع ترین شخصیت تھے، علوم عقلیہ ونقلیہ کے ماہر اور صاحب ظاہر وباطن تھے۔ ادب، فصاحت وبلاغت اور جودت طبع میں اپنا ثانی نہیں رکھتے تھے، ان کا قصیدۂ نعتیہ لامیہ جو" قصیدۂ لامیۃ العجم" کے معارضہ میں ہے،

ان کی قادر الکلامی، فصاحت و بلاغت اور شاعری کے ذوق لطیف پر شاہد عدل ہے۔ اس کے ابتدائی چند اشعار درج ذیل ہیں:

یاسائق الظعن في الأسحار والأصل
سلم على دار سلمى فابك ثم سل
عن الظباء التى من دابها أبدا
صيد الأسود بحسن الدل والنجل
وعن ملوك كرام قد مضو قددا
حتى يجيبك عنهم شاهد الطلل
أضحت إذا بعدت عنها كواعبها
أطالها مثل أجفان بلامقل

قاضی عبدالمقتدر ہمیشہ علوم وفنون کی تدریس وترویج میں مصروف رہے اور اکثر طلبہ کو تحصیل علم اور حفظ شریعت کی وصیت کیا کرتے اور فرماتے تھے:

"ایک مسئلۂ شرعیہ میں غور وفکر کرنا اس ہزار رکعت پر فضیلت رکھتا ہے جو عجب وریا سے پڑھی جائے"۔

قاضی شہاب الدین دولت آبادی نے دہلی میں ان سے اکتساب علم کیا اور ان کی درس گاہ میں مختلف کتابیں پڑھیں۔

اس طرح قاضی عبدالمقتدر دہلوی نے پوری زندگی علوم شرعیہ اور فنون ادبیہ وعقلیہ کی تعلیم وتدریس میں بسر کی اور ۲۶ر محرم الحرام ۷۹۱ھ/ ۲۵ر جنوری ۱۳۸۹ء کو اٹھاسی سال کی عمر میں دہلی میں وفات پائی اور درگاہ خواجہ قطب الدین بختیار اوشی کاکی میں "حوض شمسی" کے جنوب میں اپنے والد ماجد قاضی رکن الدین کے قریب مدفون ہوئے۔ "نورِ سعادت" سے آپ کا سال وصال (۷۹۱ھ) برآمد ہوتا ہے۔[۱]

[۱] تفصیل کے لیے دیکھیں: اخبار الاخیار فی اسرار الابرار، ص: ۱۴۷، مطبع: مجتبائی، دہلی، ۱۳۰۹ھ۔/ حدائق الحنفیۃ، ص: ۳۲۶، ادبی دنیا، ۵۱۰ گلی، مٹیا محل، دہلی ۶۔/ دیار پورب میں علم اور علما، ص: ۱۶۱، البلاغ پبلی کیشنز، جامعہ نگر، نئی دہلی ۲۵۔/ تذکرۂ علما مع حواشی وتعلیقات، ص: ۳۸، وص: ۴۷، الفتح پبلی کیشنز، راول پنڈی۔/ سبحۃ المرجان فی آثار ہندوستان، ص: ۷۵، معہد الدراسات الاسلامیہ، جامعہ علی گرہ الاسلامیہ، علی گڑھ۔

## [۲] مولانا خواجگی بن محمد حنفی دہلوی:

مولانا خواجگی بن محمد حنفی دہلوی نے دہلی کی علمی فضا میں آنکھیں کھولیں، مولانا معین الدین عمرانی سے اکتساب علم وفن کیا جو اپنے وقت میں فقہ، اصول فقہ، نحو وصرف، علم کلام اور منطق وفلسفہ میں دہلی کے مشہور عالم اور کامیاب مدرس مانے جاتے تھے۔ اور شیخ نصیرالدین محمود اودھی سے معرفت وطریقت حاصل کی جو اپنے وقت کے ولی کامل تھے اور ان ہی سے اجازت وخلافت بھی پائی۔ آپ کے تلامذہ میں قاضی شہاب الدین دولت آبادی خاص طور سے قابل ذکر ہیں۔

کہتے ہیں کہ جس زمانہ میں مولانا خواجگی دہلی میں اکتساب علم وفضل میں مصروف تھے، اس وقت اپنے استاذ سے سبق پڑھنے کے بعد شیخ نصیرالدین محمود اودھی کی خدمت میں حاضری دیا کرتے تھے۔ آپ کے استاذ مولانا معین الدین عمرانی کا نظریہ شیخ نصیرالدین محمود کے بارے میں وہی تھا جو عام علما کا فقیروں کے بارے میں ہوا کرتا ہے؛ اس لیے انھوں نے کبھی اُن سے ملاقات بھی نہیں کی تھی۔

مولانا خواجگی دہلوی کو ان دونوں بزرگوں سے عقیدت ومحبت تھی اور وہ ان کی آپسی شکررنجی سے پریشان تھے۔ اتفاق سے ایک مرتبہ مولانا معین الدین عمرانی کو اتنی سخت کھانسی ہوئی کہ طبیبوں سے علاج کرانے کے باوجود کچھ افاقہ نہیں ہوا جس کی وجہ سے مولانا معین الدین عمرانی اپنی زندگی سے مایوس ہو گئے۔

اس موقع پر مولانا خواجگی نے اپنے استاذ سے بصد ادب واحترام عرض کیا:

حضرت! اگر مناسب خیال فرمائیں تو شیخ نصیرالدین محمود اودھی کے پاس چلیں اور ان سے دعا کرائیں، ممکن ہے کہ اللہ جل شانہ ان کی دعاؤں کی برکت سے شفا عطا فرمائے۔

ابتدا میں مولانا معین الدین عمرانی نے یہ مشورہ قبول نہیں کیا، لیکن جب کھانسی کی تکلیف سے بہت تنگ آ گئے تو شیخ نصیرالدین محمود کے پاس جانے پر راضی ہو گئے اور ان

سے ملاقات کرنے کے لیے چل پڑے۔

جب مولانا معین الدین عمرانی شیخ کی خانقاہ میں پہنچے تو شیخ فوراً گھر کے اندر تشریف لے گئے، کھانا تیار تھا، لیکن گھر والوں کو سادہ چاول اور دہی منگوانے کا حکم دے کر واپس خانقاہ میں تشریف لائے اور مولانا معین الدین عمرانی سے ملاقات کی، تھوڑی دیر تک دونوں بزرگوں کی صحبت گرم رہی، اتنے میں خادم نے دسترخوان بچھایا اور اس پر قسم قسم کا کھانا چن دیا، ان میں سے سادہ چاول اور دہی شیخ نصیر الدین محمود نے مولانا معین الدین عمرانی کی طرف بڑھاتے ہوئے فرمایا: تناول فرمائیں۔ مولانا نے تو پہلے انکار کیا؛ کیوں کہ کھانسی کی حالت میں یہ دونوں چیزیں کھانا بظاہر موت کو دعوت دینا تھا، مگر جب شیخ نے دوبارہ کہا تو انکار نہ کر سکے اور چند لقمہ اس میں سے کھایا، پھر دسترخوان اٹھالیا گیا۔

اس کے تھوڑی دیر بعد مولانا معین الدین عمرانی کو سخت کھانسی شروع ہوگئی تو شیخ نصیر الدین محمود نے خادم کو حکم دیا کہ ایک طشت مولانا کے سامنے رکھ دی جائے، مولانا اسی میں تھوکتے رہے اور تھوڑی دیر میں جتنا بلغمی مادہ تھا وہ سب باہر آ گیا اور اس طرح شیخ نصیر الدین محمود کے پاس دہی اور چاول کھانے سے مولانا معین الدین عمرانی بالکل شفایاب ہوگئے۔ اس واقعہ سے مولانا کو شیخ سے بے پناہ عقیدت و محبت ہوگئی اور دونوں ایک دوسرے سے بڑی خندہ پیشانی سے ملنے لگے۔

مولانا خواجگی بن محمد حنفی دہلوی علیہ الرحمہ فراغت کے بعد اپنے استاذ و شیخ اور بزرگوں کے طریقے پر درس و تدریس میں مشغول ہوگئے اور اسی کام میں پوری زندگی بسر کردی۔

آخری عمر میں تیموری فتنہ سے پہلے دہلی چھوڑ کر کالپی چلے گئے اور وہیں ۸۰۹ھ میں وفات پائی۔ آپ کا مزار کالپی شہر کے باہر ہے جہاں عوام و خواص سبھی زیارت کے لیے آتے ہیں اور برکت حاصل کرتے ہیں۔[۱]

---

[۱] تفصیل کے لیے دیکھیں: اخبار الاخیار فی اسرار الابرار، ص:۱۴۱، مطبع: مجتبائی، دہلی، ۱۳۰۹ھ۔/ نزہۃ الخواطر و بہجۃ المسامع والنواظر، ج:۳، ص:۲۴۷، دار ابن حزم، بیروت، لبنان۔/ دیار پورپ میں علم اور علما، ص:۱۶۰، البلاغ پبلی کیشنز، جامعہ نگر، نئی دہلی ۲۵۔

## تعلیم وتدریس کا آغاز:

ملک العلماء، قاضی شہاب الدین دولت آبادی جب مروجہ علوم وفنون کی تحصیل وتکمیل سے فارغ ہوئے تو دہلی ہی میں تعلیم وتدریس کا سلسلہ شروع کیا۔

یہ زمانہ مشرقی دنیاے اسلام کے لیے بڑا پر آشوب تھا؛ کیوں کہ ایک صدی پہلے تاتاریوں نے جو تباہی وبربادی برپا کی تھی اس کے اثرات ابھی باقی ہی تھے کہ ۷۷۱ھ میں تیموری فتنہ اٹھ کھڑا ہوا جس کے خطرات دہلی پر بھی منڈلانے لگے، اس کی وجہ سے وہاں کے باشندوں کا چین وسکون غارت ہو گیا اور وہ خوف وہراس کے سایے میں زندگی بسر کرنے لگے۔

ان ہی پریشان کن حالات میں قاضی شہاب الدین دولت آبادی نے تعلیمی اور تدریسی میدان میں قدم رکھا۔ ظاہر ہے کہ جس دور میں پرانی علمی اور روحانی مجلسوں کو ہر آن ویرانی کا خطرہ ہو، اس میں کسی نئی درس گاہ کا مرکزیت ومرجعیت حاصل کرنا بہت مشکل تھا، مگر قاضی صاحب نے خداے وحدہ لاشریک کے فضل وکرم اور اپنی جہد مسلسل وسعی پیہم سے ان ہی نامساعد حالات میں اتنی شہرت وناموری حاصل کر لی کہ مشرقی دیار جون پور تک ان کے علم وفضل کے چرچے ہونے لگے، یہاں تک کہ "جون پور" کا حکمراں سلطان ابراہیم شاہ شرقی بھی ان کا معتقد ہو گیا۔

## دہلی سے کالپی کی طرف روانگی:

ایک شب شیخ نصیر الدین محمود اودھی معروف بہ "چراغ دہلی" کے مرید وخلیفہ سید محمد بن یوسف گیسو دراز جو صاحب کشف وکرامت بزرگ تھے، انھوں نے خواب دیکھا کہ تیموری فتنے کا سیلاب دہلی تک آ گیا ہے۔

ملک العلماء قاضی شہاب الدین دولت آبادی کے مشفق ومہربان استاذ حضرت علامہ خواجگی بن محمد حنفی دہلوی نے جب ان کا یہ خواب سنا تو تیموری فتنے کے دہلی تک پہنچنے

سے پہلے ہی وہ دہلی سے کالپی کے لیے روانہ ہوگئے۔

قاضی شہاب الدین صاحب کو اپنے استاذ و شیخ کی جدائی گوارا نہ ہوئی؛ کیوں کہ ان کے دوسرے کرم فرما استاذ حضرت علامہ قاضی عبد المقتدر دہلوی علیہ الرحمہ ۷۹۱ھ میں ہی اس دارِ فانی سے کوچ کر چکے تھے اور اب یہی تنہا ان کے علمی و روحانی مربی تھے، نیز دہلی کے حالات اصحابِ علم و فضل کے حق میں بڑی تیزی سے بگڑتے جا رہے تھے، دہلی کی علمی اور روحانی محفلیں ویران ہونے لگیں تھیں اور اربابِ فضل و کمال جوق در جوق وہاں سے ہجرت کرنے لگے تھے؛ اس لیے قاضی شہاب الدین دولت آبادی بھی اپنے مشفق و مہربان استاذ حضرت علامہ خواجگی بن محمد حنفی دہلوی کے ہمراہ کالپی کے لیے روانہ ہوگئے۔

حضرت علامہ خواجگی بن محمد حنفی دہلوی چوں کہ اپنی عمر کا بیشتر حصہ دہلی میں درس و تدریس میں گزار چکے تھے؛ اس لیے انھیں کالپی کا گوشہ پسند آ گیا اور انھوں نے کالپی میں ہی مستقل سکونت اختیار کر لی، لیکن قاضی شہاب الدین صاحب چند دن وہاں قیام کرنے کے بعد "جون پور" چلے گئے۔

اس سلسلے میں مولوی رحمان علی اپنی کتاب "تذکرۂ علماے ہند" میں اس طرح تحریر کرتے ہیں:

"ہرگاہ لشکرِ امیر تیمور متوجہ "دہلی" شد، قبل رسیدنش بدہلی قاضی شہاب الدین ہمراہِ استادِ خود مولانا خواجگی از دہلی بہ "کالپی" شتافت، مولانا خواجگی بہ "کالپی" رختِ اقامت انداخت و قاضی بہ "جون پور" رفت۔[۱]

ترجمہ: جس وقت امیر تیمور کی فوج نے دہلی کا رخ کیا تو اس کے دہلی پہنچنے سے پہلے ہی قاضی شہاب الدین اپنے استاذ مولانا خواجگی کے ساتھ دہلی سے کالپی کی طرف چل پڑے۔ مولانا خواجگی نے "کالپی" میں سکونت اختیار کر لی اور قاضی صاحب "جون پور" چلے گئے۔

[۱] تذکرۂ علماے ہند، ص: ۸۸، مطبع: نول کشور، لکھنؤ، ۱۹۱۴ء۔

## کالپی سے جون پور کا سفر:

ملک العلماء، قاضی شہاب الدین دولت آبادی کو" کالپی" میں کام کرنے کے مواقع وامکانات کم نظر آئے؛ اس لیے انھوں نے کالپی چھوڑ کر" جون پور" کا رخ کیا۔

بعض کتابوں کے مطالعہ سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ سلطان ابراہیم شاہ شرقی نے قاضی صاحب کو اپنے یہاں آنے کی دعوت دی تھی۔ چنان چہ " تجلی نور" میں ہے:

"مولانا خواجگی نے کالپی کو وطن بنایا اور قاضی شہاب الدین، سلطان ابراہیم شاہ شرقی کی طلب پر جون پور تشریف لائے"۔[۱]

یہ بات قرین قیاس بھی لگتی ہے کہ سلطان ابراہیم شاہ شرقی نے خود ہی قاضی شہاب الدین صاحب کو جون پور آنے کی دعوت دی ہو؛ کیوں کہ قیام دہلی کے زمانہ میں آپ کے فضل وکمال کا چرچا اور علمی جاہ وجلال کا شہرہ عام ہو چکا تھا، اور قاضی صاحب نے اپنے کرم فرما استاذ حضرت علامہ خواجگی بن محمد حنفی دہلوی کی جدائی برداشت کرتے ہوئے سلطان کی دعوت اس لیے قبول کر لی ہو کہ جون پور کے اندر کام کرنے کے مواقع زیادہ ملیں گے اور علم دین اور مذہب اسلام کی خدمت زیادہ ہو سکے گی۔

مولانا خیر الدین محمد جون پوری اپنی کتاب" تذکرۃ العلماء" میں قاضی شہاب الدین دولت آبادی کے جون پور آنے کا واقعہ اس طرح بیان کرتے ہیں:

"سلطان ابراہیم شرقی بادراک نویدِ ورودِ قاضی در کالپی سفیرانِ دانشمند را باتحف وہدایا بخدمت وے فرستادہ خواہان قدوم اوشد۔

قاضی بارشاد استاد واستدعاے سلطان باجماعتے از فضلا وطلبہ متوجہ دار السرور جون پور شد۔ سلطان لوازم قدر شناسی افزوں از وصف او بجا آورد و بخطاب" ملک العلماء" بلند آوازہ ساخت، در جنب مسجد جامع خود براے او مدرسۂ خاص وقصر ہاے شاہانہ آراست"۔[۲]

---

[۱] تجلی نور، ج ۲: ص: ۳۳، مطبع: جادو پریس، جون پور۔

[۲] تذکرۃ العلماء، ص: ۱۳، مطبع: الطافی پریس نمبر ۳۳، بنیاپوکھر روڈ، کلکتہ۔

ترجمہ: سلطان ابراہیم شرقی نے قاضی شہاب الدین کے کالپی میں آنے کی خوش خبری سنتے ہی اہل علم سفیروں کو ہدایا و تحائف دے کر ان کی خدمت میں روانہ کیا اور جون پور میں ان کی تشریف آوری کی خواہش ظاہر کی۔

قاضی صاحب استاذ کی ہدایت اور سلطان کی دعوت پر فضلا و طلبہ کی ایک جماعت لے کر دارالسرور جون پور تشریف لائے، سلطان نے قاضی صاحب کی شخصیت سے بڑھ کر اُن کی قدر و منزلت کا اہتمام کیا اور "ملک العلماء" کے خطاب سے اُن کو شہرت دی اور اپنی جامع مسجد (اٹالہ مسجد) کے پہلو میں ان کی تدریسی خدمات کے لیے خاص مدرسہ اور رہائش کے لیے شاہانہ مکانات بنوائے"۔

اس وقت "جون پور" میں متعدد علماے کرام و فضلاے عظام کی درس گاہیں جاری تھیں اور ان میں پوری دل جمعی کے ساتھ تعلیمی اور تدریسی خدمات انجام دی جارہی تھیں، ان ہی میں قاضی شہاب الدین صاحب نے بھی اپنا حلقۂ درس قائم کیا اور تھوڑے ہی دنوں میں علما و مشائخ کے درمیان ان کی درس گاہ کی اہمیت و افادیت کا عام چرچا ہونے لگا اور قاضی صاحب کی بافیض درس گاہ سے بہت سے نامور شاگرد پیدا ہوئے اور دین اسلام کی بیش بہا خدمات انجام دیں۔

لیکن قاضی صاحب کس تاریخ یا کس سنہ میں "جون پور" تشریف لائے، اس سلسلے میں تذکرہ نگار خاموش نظر آتے ہیں۔ مختلف کتابوں کی ورق گردانی سے صرف اتنا معلوم ہوتا ہے کہ جب وہ جون پور تشریف لائے اس وقت وہاں سلطان ابراہیم شاہ شرقی کی حکمرانی تھی اور غوث العالم سید مخدوم اشرف جہاں گیر سمنانی علیہ الرحمہ بقید حیات تھے۔

سلطان ابراہیم شاہ شرقی اپنے بھائی مبارک شاہ شرقی کے انتقال کے بعد ۸۰۴ھ میں تخت نشیں ہوا، اور غوث العالم مخدوم سید اشرف جہاں گیر سمنانی علیہ الرحمہ کا وصال ۸۰۸ھ میں ہوا، گویا ۸۰۴ھ سے ۸۰۸ھ کے درمیان کسی وقت قاضی شہاب الدین دولت آبادی جون پور تشریف لائے۔

## جون پور کی طرف ارباب علم وفضل کا رجحان:

تیموری فتنے میں دہلی کی تباہی و بربادی کی وجہ سے ہند وبیرون ہند کے علما، فضلا اور مشائخ و دانشوران "جون پور" کا رخ کرنے لگے تھے، اُس وقت جون پور میں سلطان ابراہیم شاہ شرقی کی حکمرانی تھی اور وہاں حسب حیثیت ارباب علم ودانش واصحاب فضل وکمال کی خوب پذیرائی ہورہی تھی؛ اس لیے مختصر سے وقت میں "جون پور" ہندوستان کا ایک بڑا علمی مرکز بن گیا، یہاں تک کہ اسے "شیراز ہند" کہا جانے لگا۔

اس صورت حال کا تذکرہ "تاریخ فرشتہ" میں اس طرح کیا گیا ہے:

"مبارک شاہ کے انتقال کے بعد اس کا چھوٹا بھائی ابراہیم شاہ کے لقب سے تخت نشیں ہوا، یہ بادشاہ عقل وفہم اور علم وفضل کے لحاظ سے اپنی مثال آپ تھا، اس کے عہد حکومت میں ہندوستان کے علما وفضلا کے علاوہ ایران وتوران کے علما وفضلا بھی جون پور میں آ گئے، ابراہیم شاہ نے ہر طرح سے ان کی دل جوئی کی، انھیں امن واطمینان سے زندگی گزارنے کا سامان بہم پہنچایا۔ علما نے بہت سی کتابیں ابراہیم شاہ کے نام سے معنون کیں، بادشاہ کے دربار میں ارباب علم ودانش کی ایک جماعت جمع ہوگئی اور اس طرح جون پور ایک اہم علمی مرکز بن گیا . . . جون پور کی تمام رعایا ابراہیم شاہ شرقی سے بے حد خوش تھی، ہر فرد اپنے بادشاہ کو خدا کی نعمت سمجھتا تھا، ملک میں چاروں طرف امن وامان اور خوش حالی کا دَور دَورہ تھا"۔[۱]

## جون پور کی تعلیمی وتدریسی شان وشوکت:

جون پور ہندوستان کے صوبہ اتر پردیش کا ایک تاریخی شہر ہے، تغلق خاندان کے تیسرے حکمراں سلطان فیروز شاہ تغلق (جونا خان) نے ۷۷۲ھ میں اسے آباد کیا اور اپنے نام پر اس شہر کا نام "جون پور" رکھا، اس طرح اس نے بلاد پورب کو علم ومعرفت کے نئے دَور میں داخل کر دیا، تغلقوں کی حکومت کے بعد یہ شاہان شرقی کا دار الخلافہ رہا، فتنۂ

[۱] تاریخ فرشتہ، ج:۲، ص:۳۰۵، ملخصا، مطبع: منشی نول کشور۔

تیموری میں پریشان حال ارباب علم وفضل نے اس شہر کا رخ کیا جس سے تعلیمی وتدریسی میدان میں اس کی خوب شہرت ہوئی یہاں تک کہ وہ اس زمانہ میں تعلیم وتدریس کا مرکز بن گیا۔اس سلسلے میں قاضی اطہر مبارک پوری لکھتے ہیں:

"یہ علاقہ صدیوں سے علم وفضل اور روحانیت ومشیخت کا گہوارہ تھا، اور پورب کے دیار میں شاہان شرقیہ جون پور کے بہت پہلے تغلقوں کے دور سے کڑا مانک پور اور اودھ (اجودھیا) سے علم وروحانیت کے چشمے پھوٹ رہے تھے، جون پور سے متصل اودھ کی سرزمین سے آٹھویں صدی میں کئی سرآمدگان روزگار اٹھے جن کے علمی غلغلہ اور روحانی روشنی سے پورا ہندوستان معمور ومنور تھا، یہ روشنیاں دہلی کے میناروں سے پورے ملک کو منور کررہی تھیں، قاضی شہاب الدین نے دہلی میں ان ہی اساتذہ ومشائخ سے علم ومعرفت کی تکمیل وتحصیل کی تھی۔

شیخ الاسلام فریدالدین اودھی، مولانا بدرالدین اودھی، شیخ جلال الدین اودھی، شیخ جمال الدین اودھی، شیخ زین الدین اودھی، شیخ فتح اللہ اودھی، شیخ نصیرالدین محمود بن یحییٰ اودھی چراغ دہلوی وغیرہ اسی سرزمین کے فرزند تھے، جن میں سے اکثر دہلی چلے گئے اور وہیں سے ان کے علمی اور روحانی فیوض عام ہوئے۔

اسی طرح کڑا مانک پور اور دوسرے قصبات علم وفضل اور علما وفضلا کے مرکز تھے، پھر جب ۷۹۶ھ میں ملک سرور خواجہ جہاں نے جون پور میں شرقی سلطنت قائم کی تو یہاں کے گلستان علم وفضل میں بہار آگئی، دلی پر تیمور کے حملہ کے بعد یہاں کے بہت سے اہل علم جون پور آگئے، اس طرح اودھ اور پورب کے علمی ودینی فیوض وبرکات دہلی سے اپنے وطن میں لوٹ آئے اور جون پور" دلی ثانی" بن گیا۔

تیموری فتنہ میں بہت سے علما ومشائخ اور ان کے خانوادے دہلی سے جون پور آئے اور اپنے اپنے انداز میں کام پر لگ گئے، مگر حق یہ ہے کہ ان میں قاضی شہاب الدین نے جو شہرت وناموری حاصل کی وہ کسی کے حصہ میں نہیں آئی اور اس میں ان کا

کوئی معاصر، شریک وسہیم نہیں ہے۔

اس دَور میں جون پور میں متعدد علمائے فحول کی درس گاہیں جاری تھیں، مگر آہستہ آہستہ ان درس گاہوں کی افادیت میں کمی آتی گئی اور حالات میں کچھ ایسی تبدیلی آئی کہ علما کا ذوق، روحانیت ومشیخت کا رنگ اختیار کرنے لگا، بڑے بڑے علما اور اساتذہ مدرسوں کی بھیڑ بھاڑ سے نکل کر خانقاہوں کی پرسکون فضا میں "قال" کے بجائے "حال" سے مانوس ہوگئے، اس سے جون پور کی اکثر درس گاہیں ختم ہوگئیں، مگر اس زمانہ میں بھی قاضی شہاب الدین کا مدرسہ پوری شان کے ساتھ چلتا رہا، ان کے بعد بھی ان کا فیض جاری رہا، ان کے شاگرد رشید شیخ عبدالملک جون پوری اس کے صدر مدرس ہوئے اور ان کے فیض یافتگان میں درس وتدریس اور تصنیف وتالیف کا سلسلہ برابر جاری رہا۔

قاضی نصیرالدین گنبدی (متوفی: ۸۲۷ھ) جب دہلی سے جون پور آئے تو سلطان ابراہیم نے ان کو جون پور کا قاضی بنادیا، وہ درس وتدریس میں بھی شہرت رکھتے تھے، مگر جلد ہی انھوں نے ترک وتجرید کی زندگی اختیار کرلی اور ان کا علمی فیض بند ہوگیا۔

مولانا شیخ فتح اللہ اودھی (متوفی: ۸۲۱ھ) مدتوں دہلی میں درس دے چکے تھے، جون پور آنے کے بعد یہ سلسلہ ختم کرکے ارشاد وتلقین میں مصروف ہوگئے اور اپنے مرید خاص شیخ محمد ابن عیسیٰ کو جو دہلی سے نئے نئے جون پور آئے تھے، قاضی شہاب الدین صاحب کے پاس بھیج کر ان کی تعلیم مکمل کرائی۔

مولانا قاضی تاج الدین ظفرآبادی (متوفی: ۸۳۱ھ) کا شمار فقرائے کبار میں ہوتا تھا، وہ ظفرآباد کے قاضی تھے، ابتدا میں درس وتدریس کا مشغلہ تھا، بعد میں اس کو ترک کرکے زہد وعبادت میں منہمک ہوگئے۔

مولانا حسام الدین جون پوری (متوفی: ۸۴۰ھ) نے عہد ابراہیمی میں ایک زمانہ تک تعلیم کا سلسلہ جاری رکھا، بعد میں وہ بھی اس سے الگ ہوگئے اور شاہ بدیع الدین مدار سے طریقۂ مداریہ حاصل کرکے ان کی صحبت اختیار کی۔

مولانا قیام الدین ظفر آبادی (متوفیٰ: ۸۱۷ھ) دہلی کے علماے فحول میں تھے، ظفر آباد آنے کے بعد تعلیم وتدریس میں مشغول ہوئے اور مدتوں یہ خدمت انجام دیتے رہے، مگر آخر میں ترک وتجرید اور زہد وقناعت کا گوشہ پسند کیا۔

مولانا نور الدین ظفر آبادی (متوفیٰ: ۸۲۶ھ) بڑے عالم وفاضل تھے اور تدریسی مشاغل میں زندگی بسر کرتے تھے، پھر مشائخ کا طریقہ اختیار کر لیا اور درس وتدریس چھوڑ کر قلت طعام، قلت منام اور قلت کلام پر کار بند ہو گئے۔

یہ غور کرنے کی بات ہے کہ شہر آشوب دہلی کے اثرات کی وجہ سے جون پور کے علما وفضلا کا رجحان ترک وتجرید کی طرف ہو گیا، تو دوسرے مقامات کا کیا حال رہا ہوگا۔

مگر یہ صورت حال وقتی اور ہنگامی تھی، اس کے بعد پھر علوم وفنون کے گلشن میں بہار آ گئی اور ایک صدی کے اندر پھر دیارِ پورب ”شیراز ہند“ بن گیا، اور یہ ان چند درس گاہوں کا فیض تھا جو اس دور میں بھی جون پور میں پورے نشاط کے ساتھ علوم وفنون کی تعلیم واشاعت میں سرگرم تھیں اور ان کے اساتذہ وتلامذہ علم وفن کے قصر معلیٰ کے سپاہی بن کر اس کی حفاظت کر رہے تھے، ان میں قاضی شہاب الدین اور ان کے تلامذہ سب سے آگے تھے جن کا علمی سلسلہ تعلیم وتدریس اور تصنیف وتالیف کے میدان میں اپنے اسلاف کے طریقہ پر کام کرتا رہا“۔[۱]

## قاضی شہاب الدین سے ابراہیم شاہ شرقی کی عقیدت:

سلطان ابراہیم شاہ شرقی بڑا علم دوست اور علما نواز فرماں روا تھا، اُسے علما ومشائخ سے بڑی عقیدت ومحبت تھی، اُن کی تعظیم وتکریم کو وہ اپنے لیے باعثِ سعادت سمجھتا اور ان کی خدمت کے لیے ہر وقت تیار رہتا تھا، اور قاضی شہاب الدین دولت آبادی سے تو خصوصی لگاو اور بے انتہا عقیدت ومحبت رکھتا تھا، یہاں تک کہ اُن کی صحت وشفا کے لیے اپنی جان تک نچھاور کرنے پر آمادہ نظر آتا تھا۔

---

[۱] دیار پورب میں علم اور علما، ص: ۱۹۹ تا ۲۰۱، البلاغ پبلی کیشنز، جامعہ نگر، نئی دہلی ۲۵۔

جب قاضی شہاب الدین دولت آبادی" جون پور" تشریف لے گئے تو سلطان ابراہیم شاہ شرقی نے ان کی آمد کو بہت غنیمت سمجھا اور خوب تعظیم وتکریم کی، اپنی مسجد کے پہلو میں اُن کی تدریسی خدمات کے لیے خاص مدرسہ اور رہائش کے لیے شاہانہ مکانات بنوائے جہاں قاضی صاحب نے درس وتدریس کی انجمن سجائی اور ملک و بیرون ملک کے طول وعرض سے آنے والے تشنگان علوم کو سیراب کرنا شروع کر دیا، اس کے ساتھ ہی تصنیف وتالیف کا کام بھی انتہائی خوش اسلوبی سے انجام دیتے رہے۔

سید غلام علی آزاد بلگرامی" سبحۃ المرجان فی آثار ھندستان" میں لکھتے ہیں:

"وذهب القاضي إلى دارالحبور"جون فور"فاغتنم السلطان إبراهيم الشرقي والي"جون فور"ورودَه،وعظمه بين الكبراء ، و لقبه بملك العلماء فزين القاضي مسند الإفادة ، وفاق البرجيس في إفادة السعادة ، وألف كتبا سارت بها ركبان العرب والعجم ، وأزكى سراجا أهد ى من النار الموقدة على العلَم.[۱]

ترجمہ: قاضی شہاب الدین دولت آبادی اربابِ فضل وکمال علمائے ذوی الاحترام کے شہر" جون پور" تشریف لے گئے تو سلطان ابراہیم شرقی والی" جون پور" نے ان کی آمد کو غنیمت سمجھا، ارکان حکومت کے درمیان انھیں عزت دی اور" ملک العلماء" کا خطاب عطا کیا تو قاضی صاحب نے مسندِ درس وافادہ کو زینت بخشی، اور سعادت وفیض رسانی میں برجیس سے بھی سبقت لے گئے، اور مختلف علوم وفنون میں ایسی کتابیں لکھیں جنھیں عرب وعجم کے علمی قافلے اپنے ساتھ لے گئے، اور علم وفضل کا ایسا چراغ روشن کیا جو پہاڑ پر جلائی گئی آگ سے زیادہ راہنما ہے۔

مولوی رحمان علی نے" تذکرۂ علمائے ہند" میں لکھا ہے:

" سلطان ابراہیم شرقی قدوم قاضی مغتنم شمردہ باعزاز وتعظیم تمام پیش آمدش واورابہ

[۱] سبحۃ المرجان فی آثار ھندوستان، ص: ۹۵، ۹۶، ملخصاً، معہد الدراسات الاسلامیۃ، جامعۃ علی کرہ الاسلامیۃ، علی کرہ

"ملک العلماء" ملقب کرد"۔[۱]

ترجمہ: سلطان ابراہیم شرقی نے قاضی صاحب کی تشریف آوری کو غنیمت جانا اور ان کی خوب تعظیم وتکریم کی اور ان کو "ملک العلماء" کا لقب دیا۔

قاضی شہاب الدین صاحب جب کبھی کسی خاص موقع پر سلطان ابراہیم شاہ شرقی کے دربار میں تشریف لے جاتے تو سلطان ان کی بڑی عزت افزائی کرتا۔ چنان چہ تاریخ فرشتہ میں ہے:

"سلطان ابراہیم شرقی در تعظیم وتوقیر او بسیار می کوشید و بروز ہاے متبرک در مجلس سلطان ابراہیم بر کرسی نقرہ می نشست"۔[۲]

ترجمہ: سلطان ابراہیم شاہ شرقی قاضی شہاب الدین صاحب کی بڑی تعظیم وتکریم کرتا تھا اور متبرک دنوں میں قاضی صاحب، سلطان ابراہیم کی مجلس میں چاندی کی کرسی پر تشریف فرما ہوتے تھے۔

اور سلطان کا حال یہ تھا کہ وہ ہر جمعہ کو پابندی سے قاضی شہاب الدین صاحب کی خدمت میں حاضری دیتا اور قاضی صاحب اور ان کے تلامذہ کو شاہانہ لطف وکرم سے نوازتا تھا۔ مولانا خیر الدین محمد جون پوری "تذکرۃ العلماء" میں لکھتے ہیں:

"ہمیشہ بعدِ نمازِ جمعہ بمدرسۂ او حاضر می شد، ونذور بقاضی وعطایا بطلبۂ علوم می بخشید"۔[۳]

ترجمہ: سلطان ابراہیم شرقی ہمیشہ نمازِ جمعہ کے بعد قاضی شہاب الدین صاحب کے مدرسہ میں حاضری دیتا تھا اور قاضی صاحب کی خدمت میں نذرانے پیش کرتا اور طلبہ کو عطیات سے نوازتا تھا۔

---

[۱] تذکرۂ علماے ہند، ص:۸۸، مطبع: منشی نول کشور، لکھنؤ۔

[۲] تاریخ فرشتہ، ج:۲، ص:۳۰۶، مطبع: منشی نول کشور۔

[۳] تذکرۃ العلماء، ص:۱۳، مطبع: الطافی پریس نمبر ۳۳، بنیاپوکھر روڈ، کلکتہ۔

## ہم عصروں کے حسد کی ایک روایت:

ملک العلماء، قاضی شہاب الدین دولت آبادی کی شہرت و نام وری اور خود سلطان ابراہیم شاہ شرقی کے دربار میں اُن کے جاہ و منصب کی رفعت و بلندی کی وجہ سے بہت سے ہم عصروں میں حسد پیدا ہو گیا، لیکن ان سب کے باوجود قاضی صاحب نے بڑے صبر و تحمل سے کام لیا اور اپنا کام بحسن و خوبی انجام دیتے رہے۔

مولانا خیر الدین محمد جون پوری "تذکرۃ العلماء" میں لکھتے ہیں:

"ابنائے جنس او را رگِ حسد در جنبش آمد، قاضی شکایتِ حسادرا بمولانا خواجگی نوشت، او در جوابِ آں ایں دو بیت قلمے فرمود:

اے بیش ازاں کہ در قلم آید ثنائے تو ● واجب بر اہل مشرق و مغرب دعائے تو
اے در بقائے عمرِ تو نفع جہانیاں ● باقی مباد ہر کہ نخواہد بقائے تو

ترجمہ: ان کے ہم منصب علما کے دلوں میں حسد پید اہو گیا، قاضی صاحب نے حاسدوں کی شکایت اپنے استاذ مولانا خواجگی کو لکھی تو انھوں نے اس کے جواب میں (شیخ سعدی کے) یہ دو اشعار تحریر فرمائے۔

اے وہ ذات جو قلم کی تعریف سے فزوں تر ہے، مشرق و مغرب کے رہنے والوں پر تیرے حق میں دعا کرنا واجب ہے۔ اے وہ ذات جس کی بقا میں دنیا والوں کا فائدہ ہے، خدا کرے وہ شخص زندہ نہ رہے جو تیری بقا نہیں چاہتا ہے۔

کہتے ہیں کہ تھوڑے ہی زمانہ میں قاضی شہاب الدین دولت آبادی کے حاسدوں کی جماعت فنا ہو گئی اور اس میں سے کوئی زندہ باقی نہیں رہا۔[۱]

## قاضی صاحب کی بیماری میں سلطان کی جاں نثاری:

ملک العلماء، قاضی شہاب الدین دولت آبادی سے سلطان ابراہیم شاہ شرقی کی عقیدت و محبت کا اندازہ اس واقعہ سے لگایا جا سکتا ہے کہ ایک مرتبہ قاضی صاحب بیمار

[۱] تذکرۃ العلماء، ص:۱۳، مطبع: الطافی پریس نمبر ۳۳، بنیا پوکھر روڈ، کلکتہ۔

پڑ گئے، سلطان ابراہیم شاہ شرقی ان کی عیادت کے لیے ان کے گھر گیا، مزاج پرسی اور اظہارِ محبت و تعلق کے بعد پانی سے بھرا ہوا پیالہ منگایا اور اسے قاضی صاحب کے سر کے گرد گھمایا اور یہ دعا کرتے ہوئے اس پیالہ کا پانی پی گیا:

”بارِ خدایا! ہر بلائے کہ در راہِ او باشد نصیبِ من گرداں و او را شفا بخش“۔[۱]

ترجمہ: اے اللہ! ہر وہ مصیبت جو قاضی صاحب پر آنے والی ہو، اسے میرے نصیب میں ڈال دے اور انھیں شفا عطا فرد ے۔

اس واقعہ پر ملا محمد قاسم ہندو شاہ نے سلطان کے بارے میں اپنے تاثرات کا اظہار کرتے ہوئے ”تاریخ فرشتہ“ میں اس طرح لکھا ہے:

”ازیں جا عقیدۂ آں صاحبِ تخت و تاج نسبت علماے شریعت محمدی ﷺ معلوم می تواں کرد کہ تا چہ غایت بود“۔[۲]

ترجمہ: اس واقعہ سے معلوم کیا جا سکتا ہے کہ اس صاحبِ تخت و تاج سلطان کو شریعتِ محمدی کے علما سے کس قدر عقیدت تھی۔

## قاضی صاحب پر سلطان کی وفات کا اثر:

سلطان ابراہیم شاہ شرقی کی یہ الفت و محبت یک طرفہ نہیں تھی، بلکہ ملک العلماء قاضی شہاب الدین دولت آبادی بھی سلطان سے بے پناہ محبت فرماتے تھے۔ چناں چہ جب سلطان ابراہیم کا انتقال ہوا تو قاضی صاحب اس قدر غم گین ہوئے کہ اسی سال یا اس کے دو سال بعد وہ بھی اس دنیا سے رخصت ہو گئے۔ تاریخ فرشتہ میں ہے:

”قاضی شہاب الدین نیز با سلطانِ عصر موافقت کردہ چنداں از فوت شاہ ابراہیم شاہ شرقی مغموم گشت کہ در ہماں سال یعنی أربعين وثمان مئة بعالم قدس تشریف برد، والبقاء للملك المعبود۔ بعضے گویند کہ بدو سال بعد از فوت سلطان ابراہیم طائر

---

[۱] تاریخ فرشتہ، ج:۲، ص:۳۰۶، مطبع: منشی نول کشور۔/ تذکرۂ علماے ہند، ص:۸۹، مطبع: منشی نول کشور، لکھنؤ۔

[۲] تاریخ فرشتہ، ج:۲، ص:۳۰۶، مطبع: منشی نول کشور۔

روحش در ۸۴۲ھ اثنی وأربعین وثمان مئة بروضۂ رضوان پرواز کرد“۔[۱]

ترجمہ: قاضی شہاب الدین صاحب نے بھی سلطان کا پورا پورا ساتھ دیا، سلطان ابراہیم شاہ شرقی کے انتقال پر وہ اس قدر غم گین ہوئے کہ اُسی سال ۸۴۰ھ میں عالم بالا کی طرف تشریف لے گئے۔

اور بعض مورخین کہتے ہیں کہ سلطان ابراہیم کے انتقال کے دو سال بعد ۸۴۲ھ میں ان کی روح باغ جنت کی طرف پرواز کرگئی۔

تاریخ فرشتہ کی عبارت سے تو یہ واضح ہے کہ قاضی شہاب الدین کا انتقال ۸۴۰ھ یا ۸۴۲ھ میں ہوا ہے، لیکن دوسرے تذکرہ نگاروں نے اس کے خلاف قاضی صاحب کا سنہ وفات ۸۴۸ھ یا ۸۴۹ھ ذکر کیا ہے، چنان چہ شیخ اسماعیل بن محمد امین بغدادی فرماتے ہیں:

"أحمد بن أبي القاسم عمر الزاولي شهاب الدين الدولةآبادي الهندي الحنفي توفي سنة 848 ثمان وأربعين وثمان مائة".[۲]

ترجمہ: شہاب الدین احمد بن ابو القاسم عمر زاولی، دولت آبادی، ہندی، حنفی کی وفات ۸۴۸ھ میں ہوئی۔

شیخ محمد صدیق خان قنوجی ”ابجد العلوم“ میں لکھتے ہیں:

"توفي في سنة 849 هـ ، ودفن بجون فور في الجانب الجنوبي من مسجد السلطان إبراهيم الشرقي".[۳]

ترجمہ: قاضی شہاب الدین دولت آبادی کی وفات ۸۴۹ھ میں ہوئی اور جون پور میں سلطان ابراہیم شرقی کی مسجد کے جنوب میں دفن کیے گئے۔

مولوی رحمان علی نے تفصیل کے ساتھ تاریخ وفات ان الفاظ میں درج کی ہے:

---

[۱] تاریخ فرشتہ، ج:۲،ص:۳۰۶،مطبع: منشی نول کشور۔

[۲] ہدیۃ العارفین اسماء المؤلفین وآثار المصنفین، باب الالف، ج:۱،ص:۶۷، المکتبۃ الشاملۃ۔

[۳] ابجد العلوم الوشی المرقوم فی بیان احوال العلوم، ج:۳،ص:۲۱۹، المکتبۃ الشاملۃ۔

"تاریخ بست وپنجم رجب ، سال ہشت صد وچہل ونہ ہجری رحلت فرمودہ بجون پور جانب جنوب مسجد سلطان ابراہیم کہ بنام مسجد اٹالہ شہرت دارد مدفون شد"۔[۱]

ترجمہ: ۲۵/رجب، ۸۴۹ھ میں قاضی شہاب الدین دولت آبادی کی وفات ہوئی اور جون پور میں سلطان ابراہیم شرقی کی اٹالہ نامی مسجد کے جنوب میں مدفون ہوئے۔

## مخدوم سید اشرف جہاں گیر سمنانی سے پہلی ملاقات:

سلطان ابراہیم شاہ شرقی نے جب حکومت کی باگ ڈور سنبھالی تو اس کے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ اب دنیا میں حضرت جنید اور حضرت شبلی جیسے فقیر نہیں رہے۔ ایک شب خواب میں اسے ہدایت ہوئی کہ اس زمانہ میں بھی ایسے فقرا موجود ہیں جو جنید وشبلی سے کم نہیں ہیں، مگر طلب شرط ہے۔ صبح ہوتے ہی سلطان نے فقرا کی تلاش وجستجو اور ہر دَرویش وصوفی سے ملاقات شروع کر دی۔

ان ہی ایام میں غوث العالم، مخدوم سید اشرف جہاں گیر سمنانی علیہ الرحمہ اپنے خدام واحباب کے ساتھ روح آباد، کچھو چھہ شریف سے جون پور تشریف لائے اور سلطان ابراہیم شاہ شرقی کی جامع مسجد میں قیام فرمایا۔

سلطان کو جب اس کی خبر ہوئی تو اس نے اپنی عادت کے مطابق شرفِ دیدار حاصل کرنے کا ارادہ کیا، اس وقت ملک العلماء، قاضی شہاب الدین دولت آبادی علیہ الرحمہ نے سلطان سے کہا:

"درویشِ اجنبی آمدہ ، وی گویند کہ سید است وبغایت عالی حال، مناسب آں است کہ اول من روم ودر یابم کہ چہ طور دارند"۔

ترجمہ: آنے والے دَرویش اجنبی ہیں (ان کے مزاج سے ہمیں کچھ بھی واقفیت نہیں ہے) جاننے والے بتارہے ہیں کہ وہ سید ہیں اور بڑے پایہ کے بزرگ ہیں، لہٰذا بہتر یہ ہے کہ پہلے میں جاؤں اور ان کے طور طریقے اور مزاج سے واقفیت حاصل کروں۔

---

[۱] تذکرۂ علمائے ہند، ص: ۸۹، مطبع: منشی نول کشور، لکھنؤ۔

سلطان ابراہیم نے اس رائے سے اتفاق کرتے ہوئے کہا: "بسیار خوب"۔ یعنی بہتر ہے، آپ تشریف لے جائیں۔

قاضی صاحب اربابِ علم و فضل کی ایک جماعت کے ساتھ مخدوم سید اشرف جہاں گیر سمنانی کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ سید صاحب اس وقت ظہر کی نماز ادا کر کے اوراد و وظائف میں مشغول تھے، جب ان کو معلوم ہوا کہ کچھ لوگ ملاقات کے لیے آ رہے ہیں تو دریافت فرمایا کہ کون ہیں؟

خدام نے عرض کیا: "قاضی شہاب الدین کہ منسوب بجمیع علوم، و مشہور بہمہ فنون شدہ اند، ایشاں اند"۔

ترجمہ: قاضی شہاب الدین جو تمام علوم میں ماہر اور جملہ فنون میں مشہور و معروف ہیں، یہی ہیں۔

قاضی شہاب الدین صاحب نے بزرگوں کی بارگاہ کے آداب کو خوب ملحوظ رکھا اور ابھی جامع مسجد سے دور ہی تھے کہ پالکی سے اتر پڑے اور اپنے ہمراہی علما و فضلا سے فرمایا:

"زنہار کسے اظہارِ فضیلت و اصدارِ مسئلہ نکند کہ در حسن جبین سید نورِ ولایت می تابد"

ترجمہ: اس ملاقات میں ہرگز کوئی شخص اپنی برتری کا اظہار نہ کرے اور نہ ہی کوئی علمی مسئلہ چھیڑے؛ کیوں کہ سید صاحب کی پیشانی کے حسن و جمال میں ولایت کا نور جگمگا رہا ہے۔

اس کے بعد قاضی صاحب یہ قطعہ گنگناتے ہوئے سید صاحب سے ملاقات کے لیے آگے بڑھے:

چہ خورشید ست تاباں از جبینش ● کہ خورشید فلک زو ذرہ گردد
بگوہر سید است دریاے امواج ● کہ دریاے جہاں چوں قطرہ گردد

ترجمہ: ان کی پیشانی سے کیسا نور چمک رہا ہے کہ فلک کا آفتاب اس کے سامنے ذرہ معلوم ہو رہا ہے۔

سید اپنی ذات میں لہریں مارنے والا دریا ہیں کہ اس کے مقابلہ میں دنیا کے

دریا قطرہ کی طرح ہیں۔

سید صاحب بھی قاضی صاحب کے استقبال کے لیے باہر تشریف لائے، ملاقات ہوئی اور انھیں نہایت ادب و احترام سے بٹھایا، دونوں میں مختلف موضوعات پر دیر تک گفتگو جاری رہی۔

اس موقع کا ذکر کرتے ہوئے لطائف اشرفی کے مرتب شیخ نظام الدین غریب یمنی نے بڑا شاندار شعر لکھا ہے:

چوں ز ایں جا شکر و آں شیر ریزد ● بشکر و شیر چوں شیریں نخیزد

ترجمہ: جب ادھر سے قند اور ادھر سے دودھ بکھرے تو پھر قند اور دودھ کے امتزاج سے مٹھاس کیوں کر نہ پیدا ہو۔

قاضی صاحب نے اپنے ہمراہی علما و فضلا کو سید صاحب کی بارگاہ میں اظہار برتری اور علمی مباحث چھیڑنے سے منع کر دیا تھا، جس کی وجہ سے انھوں نے کوئی سوال تو نہیں کیا، لیکن ان میں سے ہر ایک کے دل میں کوئی نہ کوئی پیچیدہ مسئلہ کھٹک رہا تھا اور وہ حضرات اس کا جواب چاہ رہے تھے۔

اس مجلس میں سید صاحب کے ایک مرید شیخ ابوالوفا خوارزمی موجود تھے، جو تمام علوم و فنون میں کمال رکھتے تھے، انھوں نے نور فراست سے ان حضرات کی دلی کیفیت جان لی اور ان پیچیدہ مسائل کے حل کے لیے ایسی عمدہ اور جامع تقریر فرمائی کہ تمام حاضرین مطمئن ہو گئے اور قاضی صاحب بھی بہت مسرور ہوئے۔

آخر میں قاضی صاحب نے سید صاحب سے عرض کیا:

”سلطان امروز می خواستند کہ بشرف ملازمت مشرف شوند ولیکن ایں خادم خواست کہ اول نعمت و تازہ دولت فقیر شما برد، فردا ان شاء اللہ تعالیٰ ما ہم بملازمتِ سلطان بپائے بوس مشرف خواہیم شد“۔

ترجمہ: سلطان ابراہیم آج آپ کی زیارت کے لیے حاضر ہونا چاہتے تھے، مگر

اس خادم نے چاہا کہ پہلے آپ کا یہ نیاز مند خود شرفِ زیارت حاصل کر لے، ان شاء اللہ کل ہم سلطان کے ساتھ حضرت کی قدم بوسی کا شرف حاصل کریں گے۔

اس کے جواب میں سید صاحب نے فرمایا:

”نزدیکِ فقیر شما از سلطان بسیار بسیار بہتر اید، اگرمی آیند ہم حاکم اند“۔

ترجمہ: فقیر کے نزدیک آپ کا مرتبہ سلطان سے بہت زیادہ بلند ہے، اگر سلطان آتے ہیں تو بادشاہ وقت ہیں، ان کو اختیار ہے۔

ملاقات کے بعد قاضی شہاب الدین صاحب اپنے ہمراہی علما و فضلا کے ساتھ رخصت ہو گئے۔ ان کے جانے کے بعد مخدوم سید اشرف جہاں گیر سمنانی صاحب نے اپنے مریدین و معتقدین کے درمیان قاضی صاحب کے بارے میں ان کلمات کے ذریعہ اپنے تاثرات کا اظہار فرمایا:

”در ہندوستان ایں مقدارِ فضیلت در کسے کم دیدہ ایم“۔[۱]

ترجمہ: ہندستان میں اس قدر فضیلت والے علما ہم نے کم ہی دیکھے ہیں۔

## مخدوم سید اشرف جہاں گیر سمنانی سے دوسری ملاقات:

دوسرے دن سلطان ابراہیم شاہ شرقی اپنے امرا، وزرا، علما و فضلا کے ہمراہ بڑی شان و شوکت کے ساتھ مخدوم سید اشرف جہاں گیر سمنانی کی خدمت میں حاضری کے ارادہ سے نکل پڑا، قاضی شہاب الدین دولت آبادی بھی ساتھ تھے، جب سلطان مسجد کے دروازہ پر پہنچا تو قاضی صاحب نے سلطان سے فرمایا:

”بایں ازدحام و انبوہِ انام خود بملازمتِ حضرت سید نمی توانم شد، مبادا ایں کثرتِ مردم موجبِ کلفتِ ایشاں شود“۔

ترجمہ: اس سلطانی خدم و حشم اور لوگوں کے جم غفیر کے ساتھ سید صاحب سے ملاقات کرنا مناسب نہیں ہے، کہیں ایسا نہ ہو کہ لوگوں کا یہ بڑا ازدحام سید صاحب کے

---

[۱] لطائف اشرفی فی بیان طوائف صوفی، ج:۲، ص:۱۰۴، ۱۰۵، مطبوعہ: مکتبہ سمنانی ۱۴/ ۱۷، فردوس کالونی، کراچی۔

لیے کلفت اور پریشانی کا باعث ہو۔

یہ سن کر سلطان ابراہیم شاہ شرقی اپنی سواری سے اتر پڑا اور اپنے ہمراہی امرا، وزرا اور اربابِ فضل وکمال میں سے قریب بیس افراد کا انتخاب کیا، پھر یہ منتخب جماعت مخدوم سید اشرف جہاں گیر سمنانی کی زیارت اور ان کی قدم بوسی سے سرفراز ہوئی اور ان کی بارگاہ کا اس درجہ ادب واحترام ملحوظ رکھا کہ سید صاحب، سلطان سے بہت خوش ہوئے۔

اس زمانہ میں سلطانی فوج "قلعہ جنّادہ" کا محاصرہ کیے ہوئے تھی اور خود سلطان کو اس سلسلے میں بڑی فکر تھی جس کا تذکرہ اشارۃً وکنایۃً سلطان ابراہیم شاہ شرقی نے سید صاحب سے کیا۔

سید صاحب نے اسی انداز میں فتح کی بشارت دی اور جب سلطان رخصت ہونے لگا تو اپنی خاص مسند جو ولایت سے لائے تھے اس کو عنایت فرمائی جس سے سلطان بہت خوش ہوا، اور دربار میں پہنچنے کے بعد سید صاحب کے متعلق اس طرح سے اپنے تاثرات کا اظہار کیا:

"چہ سید یست عالی جناب ومقاصد مآب، الحمد للہ کہ در ہندوستان چنیں مردم در آمدہ اند"۔

ترجمہ: سید صاحب کس قدر عالی مرتبہ اور با مقصد بزرگ ہیں، اللہ کا شکر ہے کہ ہندستان میں ایسے اشخاص تشریف لا چکے ہیں۔

اس واقعہ کے تین روز بعد "قلعہ جنادہ" کی فتح کی خوش خبری آئی تو سلطان ابراہیم شاہ شرقی چند افراد کے ہمراہ سید صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا، فتح کی خوش خبری سنائی اور عقیدت ومحبت کا اظہار کرتے ہوئے عرض کیا:

"بندہ بحضرت میر دست ارادت گرفتہ، اما جمع بندہ زادگانند، ہمہ درارادت و بیعت حضرت شما باشند، دوسہ شاہ زادہ راہم دراں روز بشرف بیعت مشرف کردہ اند"

ترجمہ: ناچیز حضرت میر کا دستِ ارادت تھام چکا ہے (ان سے مرید ہو چکا ہے)، البتہ چند خادم زادے ہیں، وہ سب آپ کے حلقۂ ارادت وبیعت میں داخل ہوں گے،

چنان چہ اسی دن دو تین شہزادوں کو سید صاحب نے شرف بیعت سے مشرف فرمایا۔

اس کے بعد سلطان ابراہیم شاہ شرقی نے خوب نذر پیش کی، لیکن مخدوم سید اشرف جہاں گیر سمنانی نے قبول نہیں فرمایا، پھر سلطان نے جون پور میں مستقل قیام کرنے پر اصرار کیا تو مخدوم صاحب نے فرمایا:

"از دیارِ سلطنت بیروں نخواہیم رفت"۔ یعنی ہم سلطنت کے دیار سے باہر نہیں جائیں گے۔

سلطان ابراہیم شاہ شرقی، مخدوم صاحب کی ان باتوں سے بہت پر امید اور خوش ہوا اور مخدوم صاحب نے بھی دو مہینے سے زیادہ جون پور میں قیام فرمایا اور وہاں کے اکابر واصاغر آپ سے مستفید و مستفیض ہوئے اور آپ کے حلقۂ ارادت میں داخل ہوئے۔[۱]

## مخدوم صاحب سے قاضی صاحب کی عقیدت ومحبت:

اس مدت میں ملک العلماء، قاضی شہاب الدین دولت آبادی کی عقیدت ومحبت مخدوم سید اشرف جہاں گیر سمنانی سے اس قدر بڑھ گئی تھی کہ اگر روزانہ قاضی صاحب، مخدوم صاحب کی بارگاہ میں حاضر نہیں ہو پاتے تو ہر دوسرے تیسرے دن ضرور ان کی خدمت میں حاضری دیتے تھے۔

اس درمیان قاضی صاحب نے اپنی تصانیف کا ایک ایک نسخہ مخدوم صاحب کی خدمت میں پیش کیا۔ آپ نے ان تمام تصنیفات کو قبول کر کے ان کی تحسین فرمائی اور اپنے بہتر تاثرات کا اظہار فرمایا۔ "الإرشاد" جو فن نحو میں قاضی صاحب کی ایک عمدہ تصنیف ہے، اسے بہت پسند کیا اور فرمایا:

"ایں کہ می گویند کہ سحر از ہندوستان راست آمدہ، غالباً ایں راست سحر بودہ"۔[۲]

ترجمہ: یہ بات جو لوگ کہتے ہیں کہ جادو ہندستان سے نکلا ہے، وہ جادو غالباً یہی کتاب ہے۔

---

[۱] لطائف اشرفی فی بیان طوائف صوفی، ج:۲، ص:۱۰۵، ۱۰۶ مطبوعہ: مکتبہ سمنانی ۱۴ / ۱۷، فردوس کالونی، کراچی۔

[۲] لطائف اشرفی فی بیان طوائف صوفی، ج:۲، ص:۱۰۶، ملخصا، مطبوعہ: مکتبہ سمنانی ۱۴ / ۱۷، فردوس کالونی، کراچی

اس سفر میں معاملہ یہیں تک رہا،لیکن جب مخدوم سید اشرف جہاں گیر سمنانی علیہ الرحمہ دوبارہ جون پور تشریف لے گئے تو قاضی شہاب الدین دولت آبادی کو خرقۂ خلافت عطا فرمایا اور ہدایہ کا ایک خاص نسخہ بھی عنایت فرمایا۔ چنان چہ شیخ نظام الدین غریب یمنی فرماتے ہیں:

”ودر آمدن بدیگر بار ببلدۂ جون پور حضرت قاضی شہاب الدین را الباس خرقہ وکتاب ہدایہ کہ یادگارِ ولایت بودہ دادند“۔[۱]

ترجمہ: (مخدوم سید اشرف جہاں گیر سمنانی) جب دوسری بار شہر جون پور تشریف لائے تو حضرت قاضی شہاب الدین کو خرقہ اور کتاب ہدایہ جو ولایت کی یادگار تھی،عطا فرمائی۔

## مخدوم سید اشرف جہاں گیر سمنانی سے ارادت وخلافت:

سچ ہے کہ اگر علم وفضل کے ساتھ ادب ونیاز مندی بھی ہو تو اس کی برکتیں بہت بڑھ جاتی ہیں، چنان چہ مخدوم سید اشرف جہاں گیر سمنانی علیہ الرحمہ جب دوسری بار جون پور تشریف لائے تو قاضی شہاب الدین دولت آبادی کے علم وفضل اور ان کے حسنِ ادب کا ایک بڑا عجیب وغریب واقعہ پیش آیا،جس سے متاثر ہو کر مخدوم سید اشرف جہاں گیر سمنانی نے انھیں ”ملک العلماء“ کا خطاب عطا فرمایا اور اجازت وخلافت سے بھی نوازا۔

اس کی تفصیل شیخ نظام الدین غریب یمنی نے اس طرح بیان کی ہے:

”امامِ روزگار وہمامِ دیار قاضی شہاب الدین دولت آبادی کہ مقتداے علماے فحول وپیشواے بلغاے فروع واصول است از خلفاے ولایت پناہ وہدایت دست گاہ حضرت ایشاں اند،دراں حین کہ از زبان مبارک در بلدۂ جون پور حرسھا اللہ عن الکسور بحالتِ شگرف وکیفیتِ اشرف ”النَّاسُ کُلُّھُمْ عَبْدٌ لِعَبْدِيْ“ برآمد، وجماعت از علما بتعصب بہم برآمدہ بودند،از حضرت قاضی خدمتے شائستہ وملازمتے بائستہ شد،الباس خرقہ کردند وبخطاب ”ملک العلماء“ مخاطب کردند۔

---

[۱] لطائف اشرفی فی بیان طوائف صوفی،ج:۲،ص:۱۰۶،مطبوعہ: مکتبہ سمنانی ۱۴/ ۱۷،فردوس کالونی،کراچی۔

وے مہینِ خلفاے ولایت مآب، وبہترین ندماے اصحاب اند، جامع بودہ میان علوم ظاہری و باطنی، صاحبِ معاملاتِ یقینی وجامعِ وارداتِ دینی شدہ بود، تشرع بسیار داشت، ریاضاتِ شدیدہ ومشاہداتِ جدیدہ کشید کہ اشرف خلافت واجازت یافتہ"۔[۱]

ترجمہ: اپنے دَور کے امام اور علاقے کے میرِ کارواں قاضی شہاب الدین دولت آبادی جو اجلۂ علماے کرام کے مقتدیٰ اور اصول وفروع کے ماہرین کے پیشوا ہیں، وہ پناہ ولایت اور سرمایۂ ہدایت حضرت مخدوم اشرف جہاں گیر سمنانی کے خلفا میں سے ہیں۔

جس زمانہ میں حضرت قدوۃ الکبریٰ کی زبان سے جون پور میں (اللہ جل شانہ اسے بربادی سے محفوظ رکھے) بحالت سکر یہ کلمہ نکل گیا تھا "اَلنَّاسُ کُلُّهُمْ عَبْدٌ لِعَبْدِیْ" اور علما کی ایک جماعت بوجہ تعصب وعناد ان کے خلاف تیار ہوگئی تھی، اس وقت قاضی صاحب کی طرف سے نہایت شائستہ انداز میں خدمات ظاہر ہوئیں، حضرت قدوۃ الکبریٰ نے انھیں خرقۂ خلافت پہنایا اور "ملک العلماء" کے خطاب سے مخاطب فرمایا۔

وہ (قاضی شہاب الدین) ولایت مآب (سید اشرف جہاں گیر سمنانی) کے جلیل القدر خلیفہ اور بہترین ہم نشیں اصحاب میں سے ہیں، وہ علوم ظاہری و باطنی کے جامع، معاملاتِ یقینی کے حامل، وارداتِ دینی سے بہرہ ور اور شریعت کے مسائل سے خوب آگاہ اور ان پر عامل ہیں، انھوں نے ریاضاتِ شدیدہ اور مشاہداتِ جدیدہ میں اس قدر جدّ وجہد کی کہ بہتر اجازت وخلافت سے شادکام ہوئے۔

ان تصریحات سے خوب واضح ہوجاتا ہے کہ قاضی شہاب الدین دولت آبادی مشائخ کی بارگاہ میں کس قدر ادب واحترام سے پیش آیا کرتے تھے اور مخدوم سید اشرف جہاں گیر سمنانی سے ان کے علمی وروحانی تعلقات کس درجہ مستحکم تھے۔

ان کے ادب واحترام اور مشائخ کرام کی تعظیم وتکریم کو بخوبی سمجھنے کے لیے اس واقعہ کی تفصیل "لطائف اشرفی" کی روشنی میں ملاحظہ فرمائیں۔

---

[۱] لطائف اشرفی فی بیان طوائف صوفی، ج:۱،ص:۴۱۰، مکتبہ سمنانی ۱۴/ ۱۷، فردوس کالونی، کراچی۔

## ”الناس کلہم عبدلعبدی“ کا واقعہ:

اس واقعہ کی قدرے تفصیل قاضی شہاب الدین دولت آبادی کے ایک خواجہ تاش شیخ نظام الدین غریب یمنی نے ”لطائف اشرفی“ میں اس طرح بیان کی ہے کہ دوسرے سفر میں حضرت قدوۃ الکبریٰ (سید اشرف جہاں گیر سمنانی) جون پور تشریف لائے اور وہاں کی جامع مسجد میں قیام فرمایا، اس وقت خدام ومخلصین میں شیخ کبیر، قاضی رفیع الدین اودھی، شیخ ابوالمکارم اور خواجہ ابوالوفا خوارزمی ساتھ تھے۔

ان ہی ایام اقامت میں ایک دن حضرت قدوۃ الکبریٰ پر ایسے عجیب وغریب وجد وجذب کی کیفیت طاری تھی کہ حاضرین میں سے کسی کو لب کشائی کی مجال نہ تھی، اسی عالمِ وجدوجذب میں یہ شعران کی زبان پر جاری ہوا:

دلش چوں بحر عمان جوش کردہ ● دو گوہر ریختہ خاموش کردہ

ترجمہ: اس کے دل نے بحر عمان کی طرح جوش مارا، پھر دو موتی گرا کر خاموش کردیا، پھر فرمایا: النَّاسُ كُلُّهُمْ عَبْدٌ لِعَبْدِيْ.

ترجمہ: تمام لوگ میرے غلام کے غلام ہیں۔

حاضرین جو حضرت قدوۃ الکبریٰ کے حال وقال سے واقف تھے، انھوں نے یہ جملہ بغور سنا، لیکن اس کے افشا کو اس خیال سے پسند نہیں کیا کہ بہت سے علماے ظاہر جو اسرارِ باطنی سے واقف نہیں ہیں، اگر وہ یہ جملہ سن لیں گے تو ناپسندیدگی اور انکار کی روش اختیار کریں گے۔

کچھ دنوں کے بعد حاجی صدرالدین نامی ایک عالم نے اربابِ علم وفضل کی مجلس میں دوران گفتگو حضرت قدوۃ الکبریٰ کا یہ جملہ نقل کردیا۔

اسے سن کر بعض حضرات نے اعتراض کیا اور اس کی تحقیق کے پیچھے پڑ گئے۔ شدہ شدہ یہ بات میر صدر جہاں اور قاضی شہاب الدین تک پہنچی۔

قاضی شہاب الدین صاحب نے کہا:

"درویشانند، معلوم نیست کہ درکدام وادیہ وحالت ایں سخن گفتہ اند، وبچہ وجہ ازیشاں ایں کلمہ سر برزدہ باشد،صواب آنست کہ درمعرض اعتراض نہ درآیم وازمحل اعراض برآیم وسخنے کہ ازقبیل شطحیات بودعوزِ اوکردن مستحسن نیست،خصوصاایں سید یست بغایتِ عالی حال ونہایت کمال تصرفِ تمام داردوکسے راامروزنمی بینم کہ زورِمقاومت در بازوے او باشد۔

ندارد ہیچ کس آں زورِ بازو ● کہ باگردی بود او ہم ترازو"

ترجمہ: یہ درویش ہیں،معلوم نہیں انھوں نے کس معاملہ میں اورکس حالت میں یہ بات کہی ہے اورکس وجہ سے یہ کلمہ ان کی زبان سے صادر ہوا ہے،بہتر یہ ہے کہ ہم اس کی تحقیق وتفتیش میں نہ پڑیں اور یوں بھی وجدوکیف کی باتوں پرغوروفکر کرنا مناسب نہیں ہے،خصوصا یہ سید صاحب بہت بلندحال اور بڑے باکمال ہیں،ان کی زبان میں بڑا اثر ہے، مجھے تو اس وقت کوئی شخص ایسانظرنہیں آتاجس کے بازو میں ان سے مقابلہ کی طاقت ہو۔

کوئی شخص اپنے بازومیں ایسی طاقت نہیں رکھتا جو بہادری میں ان کا ہم پلہ بھی ہوسکے۔

یہ سن کرایک شخص نے کہا:"درایں چنیں شہرے کہ پرازعلماے تبحروفضلاے مفتخر ودرویشاں بودعجب می نماید کہ کسے ایں نوع سخن تکبرآمیزوتجبرانگیز گویدودیگرے دررہ جواب اونپویدواستفسارنجوید"

ترجمہ:ایسے شہرمیں جوتبحرعلما،قابل فخرفضلا،اربابِ علم ودانش اور درویشوں سے معمور ہو،عجیب معلوم ہوتا ہے کہ کوئی شخص تکبرآمیزاورسرکشی پیداکرنے والی بات کہے اورپھراس سے اس بارے میں سوال وجواب نہ کیاجائے۔

بالآخر یہ طے پایاکہ میرصدر جہاں،محمود بھیا کو حضرت قدوۃ الکبریٰ کی خدمت میں بھیج کراس جملہ کا مطلب معلوم کریں[یہ محمود بھیاایک سخت کلام اوردرشت خوطالب علم تھا]

قاضی شہاب الدین صاحب نے کہا:

"محمود بھیا آدابِ مجلسِ مشائخ نمی داند، مبادا سخن گوید کہ موجب گرانی خاطرِ سید شود، فردا من درملازمتِ حضرتِ سید خواہم رفت وتحقیق آں معنیٰ درصورتِ شرحِ آں کلمہ ہم چناں کہ از مشائخ استفسار می کنند خواہم کرد بنوعے کہ درخاطر شریف حضرت سید بار نشود۔

برگِ گل ہر چند دارد نازکی ● خاطر یارم ازاں نازک تر است"

ترجمہ: محمود بھیا مشائخ کی مجلس کے آداب سے واقف نہیں ہے، مبادا وہ کوئی ایسی بات کہہ دے جو سید صاحب کے خلافِ طبع ہو؛ اس لیے کل میں خود حضرت سید صاحب کی خدمت میں جاؤں گا اور مناسب انداز میں جیسا کہ مشائخ سے دریافت کرنے کا طریقہ ہے، اس کلمہ کی حقیقت اور وضاحت طلب کروں گا تاکہ حضرت سید کی طبیعت پر بار نہ ہو۔

پھول کی پتی اگر چہ بہت نازک ہوتی ہے، لیکن میرے یار کا دل اس سے بھی زیادہ نازک ہے۔

دوسرے دن قاضی شہاب الدین دولت آبادی، مخدوم سید اشرف جہاں گیر سمنانی کی خدمت میں پہنچے، اس وقت سید صاحب اوراد و وظائف سے فارغ ہوکر اپنے حلقۂ احباب و مریدین میں تشریف فرما تھے، قاضی صاحب کی آمد کی خبر سن کر حسبِ عادت استقبال کیا اور تکریم و تعظیم کے ساتھ بٹھایا، رسمی بات چیت کے بعد بعض فقہی مسائل پر گفتگو ہوتی رہی، اس سے قاضی صاحب اور ان کے ساتھیوں کو سید صاحب سے انس پیدا ہوگیا اور اُن کے مخالف جذبات سرد پڑ گئے۔

تھوڑی دیر کے بعد حضرت قدوۃ الکبریٰ فقہی مسائل سے فارغ ہوئے اور قاضی صاحب کی خاطر مدارات میں لگ گئے۔ قاضی صاحب رخصت ہونا چاہتے تھے، حضرت نے نورِ باطن سے ان کی آمد کا سبب جان لیا اور فرمایا:

"موجبِ نزولِ اقدام شریف درکلبۂ کثیف فقرا شاید استفسار سخنے بودہ باشد"

ترجمہ: فقیر کی معمولی کٹیا میں قاضی صاحب کی تشریف آوری کا مقصد شاید کسی

خاص کلام سے متعلق دریافت کرنا ہو۔

یہ سن کر قاضی صاحب نے بڑی حیرانی اور پشیمانی کے ساتھ عرض کیا:

”دی روز بعضے از علماے روزگار و فضلاے دیار پیشِ حضرت میر و ایں فقیر نقل کردند کہ ایں چنیں سخن از حضرت سید سر بر زدہ است، از روے ظاہر ابہام دارد، اکنوں حضرت سید چہ می فرمایند“

ترجمہ: کل یہاں کے بعض علما و فضلا نے میر صدر جہاں اور اِس ناچیز کے سامنے بیان کیا کہ ایسی بات (النَّاسُ كُلُّهُمْ عَبْدٌ لِعَبْدِيْ) حضرت سید کی زبان سے جاری ہوئی ہے جو ظاہری اعتبار سے مبہم ہے، اس بارے میں حضرت اب کیا ارشاد فرماتے ہیں؟

یہ سن کر حضرت قدوۃ الکبریٰ نے برجستہ فرمایا:

”مفہوم وے در غایت آسان است کہ کلمہ النَّاسُ كُلُّهُمْ عَبْدٌ لِعَبْدِيْ بالف و لام مصدّر شدہ، و الف و لام براے عہد نیز آمدہ است؛ زیرا کہ اکثر مردمِ روزگار بندۂ ہوا و ہوس اند، و حق تعالیٰ ہواے نفسانی مارا بندہ و محکومِ من ساختہ است، چوں اہلِ عالَم محکوم ہواے نفسانی شدند گویا بندگانِ بندۂ من اند، محکومِ محکومِ من آمدند باعتبارِ کثرتِ احکامِ نفسانی“۔

ترجمہ: اس کا مفہوم نہایت آسان ہے؛ کیوں کہ کلمہ النَّاسُ كُلُّهُمْ عَبْدٌ لِعَبْدِيْ ” الف و لام سے شروع ہوا ہے، اور الف و لام عہد کے لیے بھی استعمال ہوتا ہے، میں نے اسی سے اپنا کلمہ شروع کیا؛ اس لیے کہ اس زمانہ کے عام لوگ اپنی ہوا و ہوس کے محکوم و غلام ہیں اور حق تعالیٰ نے میری ہواے نفس کو میرا محکوم اور غلام بنادیا ہے؛ جب اہلِ دنیا ہواے نفس کے محکوم ہوگئے تو گویا میرے غلام کے غلام ہیں اور عام نفسانی خواہشوں کے اعتبار سے میرے محکوم کے محکوم ہوگئے ہیں۔

پھر تقریبِ فہم کے لیے اس کی ایک مثال پیش کرتے ہوئے فرمایا کہ ایک بادشاہ نے ایک درویش کو لکھا کہ ہم سے کچھ مانگو۔ اس دَرویش نے جواب میں یہ رباعی لکھ کر بھیج دی:

از حرص وہوا دو بندہ دارم ● در ملک خداے پادشاہم
تو بندۂ بندگان مائی ● از بندۂ بندگاں چہ خواہم

ترجمہ: خواہش اور لالچ میرے دو غلام ہیں اور میں خداے وحدہ لاشریک کے ملک میں بادشاہ ہوں، تو میرے غلاموں کا غلام ہے، تو میں غلاموں کے غلام سے کیا مانگوں؟۔

اس توضیح وتشریح سے قاضی صاحب اور ان کے تمام رفقا مطمئن ہو گئے اور خوشی خوشی واپس تشریف لے گئے۔[۱]

## ملک العلماء کا خطاب:

اس واقعہ کے بعد مخدوم سید اشرف جہاں گیر سمنانی علیہ الرحمہ نے قاضی شہاب الدین دولت آبادی کو خرقہ پہنایا، اجازت وخلافت سے سرفراز کیا اور "ملک العلماء" کا خطاب بھی عطا فرمایا، جیسا کہ لطائفِ اشرفی کے حوالے سے بیان ہوا۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ قاضی صاحب کو ''ملک العلماء'' کا خطاب مخدوم سید اشرف جہاں گیر سمنانی علیہ الرحمہ نے عطا فرمایا ہے، لیکن ''سبحۃ المرجان فی آثار ہندوستان'' اور'' تذکرۂ علماے ہند'' میں ہے کہ سلطان ابراہیم شاہ شرقی، والی جون پور نے قاضی صاحب کو "ملک العلماء" کا خطاب دیا۔[۲]

---

[۱] لطائف اشرفی فی بیان طوائف صوفی، ج:۱ص:۲۰۷، ۲۰۸ ملخصا، مکتبہ سمنانی ۱۴/۱۷، فردوس کالونی، کراچی

[۲] "سبحۃ المرجان فی آثار ہندوستان" کی عبارت یہ ہے: "وذهب القاضي إلى دارالحبور "جون فور" فاغتنم السلطان إبراهيم الشرقي والي "جون فور" ورودَه، وعظمه بين الكبراء، و لقبه بملك العلماء". [ص: ۹۵، ۹٦، معهد الدراسات الاسلامية، جامعة علي كره الإسلامية، علي كره، الهند] ترجمہ: قاضی شہاب الدین دولت آبادی اربابِ فضل وکمال کے شہر "جون پور" تشریف لے گئے تو سلطان ابراہیم شرقی والی "جون پور" نے ان کی آمد کو غنیمت سمجھا، ارکان حکومت کے درمیان انھیں عزت دی اور "ملک العلماء" کا خطاب عطا کیا۔

"تذکرۂ علماے ہند" کی عبارت یہ ہے: "سلطان ابراہیم شرقی قدوم قاضی مغتنم شمردہ باعزاز وتعظیم تمام پیش آمدش واورا بہ "ملک العلماء" ملقب کرد"۔[تذکرۂ علماے ہند، ص:۸۸، مطبع: منشی نول کشور، لکھنؤ] ترجمہ: سلطان ابراہیم شرقی نے قاضی صاحب کی تشریف آوری کو غنیمت جانا اور ان کی خوب تعظیم وتکریم کی اور ان کو "ملک العلماء" کا لقب دیا۔

ان دونوں روایتوں میں اس طور پر تطبیق ممکن ہے کہ مخدوم سید اشرف جہاں گیر سمنانی نے قاضی صاحب کو یہ خطاب عطا کیا ہو اور سلطان ابراہیم شاہ شرقی نے اسے سرکاری حیثیت دے دی ہو؛ اس لیے اس کا ذکر دونوں کے ساتھ ملتا ہے۔

## مخدوم صاحب اور قاضی صاحب کے باہمی مراسم وروابط:

جس طرح قاضی شہاب الدین دولت آبادی، مخدوم سید اشرف جہاں گیر سمنانی سے بے پناہ عقیدت و الفت رکھتے تھے، اسی طرح سید صاحب بھی قاضی صاحب سے غایت درجہ محبت فرماتے تھے اور ان دونوں بزرگوں کے درمیان خط وکتابت کے ذریعہ بھی رابطہ رہتا تھا۔ چنان چہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے اپنی کتاب "اخبارالاخیار" میں مخدوم سید اشرف جہاں گیر سمنانی کا جو مکتوب بست ودوم درج کیا ہے، اس کے اقتباسات سے خاصی معلومات فراہم ہوتی ہیں اور اس کے الفاظ وکلمات قاضی صاحب سے سید صاحب کی الفت ومحبت کا برملا اعلان کرتے ہیں جس سے قاضی صاحب اور سید صاحب کے باہمی مراسم وروابط کا بخوبی اندازہ کیا جاسکتا ہے۔ ہم حسبِ ضرورت اسے یہاں نقل کرتے ہیں۔

اس مکتوب کی ابتدا درج ذیل القاب اور دعائیہ کلمات سے ہوتی ہے:

"برادر اعز، ارشد، جامع العلوم قاضی شہاب الدین (نور اللہ تعالیٰ قلبہ بأنوار الیقین) دعاے درویشانہ وثناے برکیشانہ از درویش اشرف قبول فرمایند۔

نامہ کہ مندرج بہ بعضے از سخنان بود رسید واستفسار کہ از مبحث فصوص الحکم بہ نسبتِ فرعون تقاضا کردہ اند بوصول انجامید"۔

ترجمہ: عزیز ترین بھائی، نہایت صالح، تمام علوم کے جامع قاضی شہاب الدین (اللہ تعالیٰ یقین کے انوار سے آپ کے دل کو منور کرے) درویش جیسی دعا اور عقیدت مند جیسی ستائش درویش اشرف کی طرف سے قبول فرمائیں۔

آپ کا خط جس میں چند باتیں درج ہیں، پہنچا، آپ نے فصوص الحکم کے مبحث

سے فرعون کی نسبت جس استفسار کے جواب کا تقاضا کیا ہے، وصول ہوا۔

اس کے بعد قریب ایک صفحہ میں ”فصوص الحکم“ کی عبارت کی وضاحت ہے، پھر اپنی اور قاضی صاحب کی شخصیت کے متعلق اس طرح لکھا ہے:

”ہر چند آں برادر قدوۂ علمائے روزگار و زبدۂ فضلائے ہر دیار است، اما بعنایت الٰہی وحمایت نا متناہی واز التفات ایں طائفہ علیہ وتوجہات ایں زمرۂ سنیہ شربے از مشرب صوفیہ وطربے از منصب باطنیہ دارد، وایں را از اعلیٰ ترین دولت واحریٰ ترین رفعت تصور کند کہ بے عنایت ازلیہ ورعایت لم یزلیہ کسے بدیں شرف مشرف نمی گردد و ذٰلك فضل الله يو تيه من يشاء“۔

ترجمہ: ہر چند کہ برادرِ عزیز دورِ حاضر کے علما کے پیشوا اور ملک کے اربابِ فضل وکمال کے امام ہیں، لیکن اللہ تعالیٰ کی بے پناہ عنایت اور لا متناہی حمایت اور اس بلند مقام گروہ کی توجہ اور اس بلند رتبہ جماعت کے نظر کرم سے بندہ صوفیہ کے چشمۂ صافی سے فیض یاب اور منصب باطنی سے بہرہ مند ہے اور اس نعمت کو سب سے بڑی دولت اور سب سے عمدہ اقبال مندی تصور کرتا ہے؛ کیوں کہ کوئی بھی خدائے وحدہ لاشریک کی عنایت ورعایت کے بغیر اس شرف سے مشرف نہیں ہوسکتا، اور یہ اللہ جل شانہ کا فضل ہے جسے چاہتا ہے عطا فرماتا ہے۔

پھر منصبِ صوفیہ سے متعلق چند سطریں تحریر کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

”جناب نتیجۃ المشائخ شیخ رضی کہ مصحوبِ نامہ تشریف بردہ اند، غالباً برخے از مایحتاج خود بسلطان ابراہیم (ضاعف اقتدارہ) عرضہ خواہند کرد، توقع از مکارم اخلاق برادرانہ آن کہ مہما أمکن بمقتضاے إدخال السرور في قلب المومن كالبحر وسائر العبادات كالقطر وبمتمناے من اغبرت قدماه في سبيل الله حرم الله جسده على النار سعی ورعایت دریغ نخواہند فرمود۔

گر بر آید کارے از دستِ کسے ● بہ کہ در کارش زند صد دست و پاے

کار باید کرد کاں از روے دل ● کارِ او نبود ، بود کارِ خداے

ازانجا کہ درویشان اطراف روزگار و دل ریشان اکناف دیار فہمیدہ اند کہ نسبت بفقیر جناب ایشاں را مہرے وصحبتے است ضرورت می گردد کہ گاہ گاہ تصدیع اوقات شریفہ دادہ می آید، معذور خواہند داشت۔ والسلام“۔

ترجمہ: جناب نتیجۃ المشائخ شیخ رضی جو اس مکتوب کے ساتھ تشریف لے گئے ہیں، غالباً اپنی کسی ضرورت کے سلسلے میں سلطان ابراہیم (اللہ ان کے اقتدار کو دو چند فرمائے) کچھ عرض کریں گے، آپ کے برادرانہ مکارم اخلاق سے امید ہے کہ اس خیال سے کہ ”مومن کا دل خوش کرنا اتنی بڑی عبادت ہے جیسے سمندر، جب کہ باقی تمام عبادتیں اس کی بنسبت قطرہ کی مانند ہیں“ اور اس آرزو میں کہ ”جس کے قدم اللہ کی راہ میں غبار آلود ہوئے اللہ نے اس کے جسم کو آگ پر حرام کر دیا“ جہاں تک ممکن ہوگا ان کے معاملہ میں سعی بلیغ سے دریغ نہیں فرمائیں گے۔

اگر کسی ایک شخص کے ہاتھ سے کوئی کام بن جائے تو اس میں سیکڑوں لوگوں کے لگنے سے بہتر ہے، دوسروں کا کام شوق سے انجام دینا چاہیے؛ کیوں کہ درحقیقت وہ بندہ کا کام نہیں ہوتا ہے، بلکہ اللہ کا کام ہوتا ہے۔

چوں کہ اس دیار کے درویش اور دور ونزدیک کے پریشان حال اصحاب سمجھ چکے ہیں کہ اس فقیر اور جناب عالی کے درمیان خصوصی نسبت وتعلق ہے؛ اس لیے ضرورت پڑتی ہے کہ کبھی کبھی آپ کے اوقات شریفہ کا نقصان کیا جائے، امید ہے کہ اس بارے میں معذور قرار دیں گے۔ والسلام۔[۱]

مخدوم سید اشرف جہاں گیر سمنانی علیہ الرحمہ کے اس مکتوب کی روشنی میں قاضی شہاب الدین دولت آبادی کے بے پایاں فضل وکمال کو دیکھا جاسکتا ہے اور ان کے بلند وبالا مقام ومرتبہ کا اندازہ کیا جاسکتا ہے۔

---

[۱] اخبار الاخیار فی اسرار الابرار، ص: ۱۶۲، ۱۶۳، ذکر میر سید اشرف سمنانی، مطبع: مجتبائی، دہلی، ماہ رمضان ۱۳۰۹ھ۔

## قاضی شہاب الدین کے معاصر علما و مشائخ:

سلطان ابراہیم شاہ شرقی کے دورِحکومت میں جون پور یگانۂ روزگار علما وفضلا اور مشائخ شریعت وطریقت سے معمور تھا،مختلف علوم وفنون کے اساتذہ اور مشیخت وطریقت کے عباقرہ وہاں جلوہ بار تھے،ان سب کے درمیان ملک العلماء، قاضی شہاب الدین دولت آبادی کی شخصیت بڑی نمایاں اور ممتاز تھی، وہ قاضی القضاۃ کے عظیم الشان منصب پر فائز ہونے کے باوجود بڑے متواضع اور خلیق تھے، ہمیشہ اپنے سے بڑوں کا ادب واحترام کرتے اور چھوٹوں کے ساتھ شفقت ومحبت سے پیش آتے، مگر شریعت کے امور ومعاملات میں بہت سخت تھے جس کی وجہ سے بسا اوقات بعض علما ومشائخ سے علمی بحث ومباحثہ اور منصبی نوک جھوک بھی ہوجاتی تھی۔ چنان چہ قاضی اطہر مبارک پوری نے ملک العلماء کے ان اوصاف وکمالات کا تذکرہ اس انداز سے کیا ہے:

”عام طور سے ہر طبقہ کے علما ومشائخ سے قاضی صاحب کے تعلقات نہایت خوش گوار تھے اور ان کی علمی ودینی بالادستی کو سبھی تسلیم کرتے تھے، مگر کچھ ایسے معاصرین بھی تھے جن سے کبھی کبھی تصادم بھی ہوجاتا تھا، بعض لوگ سجدۂ تعظیمی کے نام پر شریعت کے مزاج کے خلاف عمل کرتے تھے، بعض اہل علم معاصرین سے فقہی وکلامی مسائل پر بحث ہوتی تھی، شاہ بدیع الدین مدار کا طریقہ (ان کی نظر میں) نہایت قابل اعتراض تھا، کبیر ہندی کے افکار، اسلام کے عقائد سے میل نہیں کھاتے تھے؛ اس لیے قاضی صاحب کو ان کا شدید احتساب کرنا پڑتا تھا جو ان کے مقام ومنصب کے لیے ضروری تھا، وہ ملک العلماء اور قاضی القضاۃ تھے، شرقی سلطنت نے ان کو شریعت کے تحفظ کا ذمہ دار بنایا تھا، اگر وہ ان امور میں تعلقات کا لحاظ اور مداہنت کا مظاہرہ کرتے تو اپنے فرض میں کوتاہی کرتے؛ اس لیے انھوں نے اپنے فرض کی ادائیگی میں پوری مستعدی سے کام لیا۔

وہ اپنے ذہن ومزاج کے اعتبار سے بہت بلند پایہ انسان تھے، اپنے تلامذہ تک سے بوقت ضرورت استفادہ کرنے میں ان کو عار نہ تھی، شاہی دربار میں عظمت ورسوخ

کے باوجود ہر شخص کے مرتبہ کا پورا لحاظ رکھتے تھے، اہل علم کی حاجت روائی ان کا محبوب مشغلہ تھا، سلطان سے ان کی سفارش کرنے میں مشہور تھے، طلبہ پر شفقت کا حال یہ تھا کہ ان کے لیے مستقل طور سے کتابیں لکھا کرتے تھے، ان کی استعداد وصلاحیت کے ابھارنے میں ہر طرح کی مدد کیا کرتے تھے۔

شریعت میں سختی کے باوجود مشائخ کی بعض باتوں کو حتی الامکان اچھے معنوں میں محمول کرتے اور علما و مشائخ کے درمیان غلط فہمیوں کو دور کرتے تھے۔

غرض قاضی صاحب نے چالیس سال تک سلطان ابراہیم کے ساتھ ساتھ دینی علوم کے درس وتصنیف اور علما و مشائخ میں اس طرح زندگی بسر کی کہ واقعی ”ملک العلماء“ معلوم ہوتے تھے، وہ شرقی سلطنت کے پورے دور میں اپنی جامعیت، افادیت، تدریسی و تصنیفی خدمات اور شان ووقار میں منفرد تھے، اور یہ اوصاف وکمالات مجموعی طور پر ان ہی کا حصہ تھے“۔[۱]

## شیخ احمد عبدالحق ردولوی سے ملاقات:

شیخ احمد عبدالحق ردولوی، شیخ جلال الدین پانی پتی کے مرید وخلیفہ، اہل حقیقت ومعرفت اور صاحب تصرفات وکرامات بزرگ تھے، ردولی میں پیدا ہوئے اور وہیں آپ کا مزار ہے۔[۲]

شیخ عبدالقدوس گنگوہی نے ”انوار العیون فی اسرار المکنون“ میں ان کی اور قاضی شہاب الدین دولت آبادی کی ملاقات کا تذکرہ ان الفاظ میں کیا ہے:

”نقل است کہ شیخ العالم بارے دیگر ہم بدیں قصد در شہر جون پور بر سلطان ابراہیم شرقی رفتند، آنجا با صدر العلماء، بدر الفضلاء، استاذ الشرق والغرب، عالم ربانی، نعمان ثانی، مخدوم قاضی شہاب الدین لُہر یا نور اللہ مرقدہ ملاقات شدہ یک دیگر بحکایت

[۱] دیار پورب میں علم اور علما، ص:۱۸۸، ۱۸۹، البلاغ پبلی کیشنز، جامعہ نگر، نئی دہلی ۲۵۔

[۲] مفتی غلام سرور لاہوری نے آپ کی تاریخ وفات ۱۵/ جمادیٰ الاخریٰ ۸۳۶ھ درج ہے۔[خزینۃ الاصفیاء، ص:۳۸۷، مطبع: منشی نول کشور، کان پور]

مشغول شدند، حضرت شیخ العالم قدس اللہ روحہ از علم معرفت حق چیزے می فرمودند، مخدوم قاضی شہاب الدین لُہر یا عرض کردند کہ ای شیخ العالم قدس اللہ روحہ ما ارباب ظاہر واز علم شما کہ علم اللہ ست قاصر۔

حضرت شیخ العالم فرمودند: آرے! تو بے چارہ لُہر یا باشی، ترا ازیں حال وازیں مقال چہ خبر۔ الغرض مخدوم قاضی شہاب الدین را اعتقاد تمام حاصل شد واتفاق افتاد کہ حضرت شیخ العالم را با سلطان ابراہیم ملاقات دہانیدند“۔[۱]

ترجمہ: منقول ہے کہ شیخ العالم (احمد عبدالحق ردولوی) دوبارہ سلطان ابراہیم شاہ شرقی سے ملاقات کے لیے جون پور تشریف لے گئے، وہاں صدر العلماء، بدر الفضلاء، استاذ شرق وغرب، عالم ربانی، نعمان ثانی، مخدوم قاضی شہاب الدین لُہر یا نوّر اللہ مرقدہ سے ملاقات ہوئی، دونوں حضرات دینی وعلمی گفتگو میں مصروف ہو گئے، درمیان گفتگو شیخ العالم قدس اللہ روحہ نے معرفت وطریقت کی کوئی بات ارشاد فرمائی جسے سن کر قاضی شہاب الدین لُہر یا نے عرض کیا: اے شیخ العالم! ہم اہل ظاہر آپ کے علم تک جو کہ علم الٰہی ہے پہنچنے سے قاصر ہیں۔

حضرت شیخ العالم نے فرمایا: ارے تو بے چارہ لہریا ہے، تجھ کو اس حال ومقال کی کیا خبر۔ الغرض مخدوم قاضی شہاب الدین کو پورا یقین ہو گیا اور انھوں نے طے کر لیا کہ سلطان ابراہیم سے حضرت شیخ العالم کی ملاقات کرا دیں۔

## قاضی نصیر الدین گنبدی سے ایک التماس:

قاضی نصیر الدین گنبدی بڑے دانش مند بزرگ تھے، دنیا اور اہل دنیا سے بالکل الگ تھلگ رہتے تھے۔ اہل علم کہتے ہیں کہ آپ کے تلامذہ آپ کی خانقاہ کی زنجیر پکڑ کر کھڑے رہا کرتے تھے تاکہ فاقہ کشی اور ضعف کی وجہ سے زمین پر گر نہ جائیں۔[۲]

[۱] انوار العیون فی اسرار المکنون، ص:۳۳، ۳۴، نقل:۱۸، مطبع: گلزار محمدی، لکھنؤ۔

[۲] اخبار الاخیار فی اسرار الابرار، ص:۱۷۶، مطبع: مجتبائی، دہلی، ۱۳۰۹ھ۔

قاضی نصیر الدین گنبدی، قاضی شہاب الدین دولت آبادی کے استاذ بھائی ہیں؛ کیوں کہ دونوں نے دہلی میں قاضی عبد المقتدر بن قاضی رکن الدین شریحی کندی سے اکتساب علم کیا تھا۔

فراغت کے بعد قاضی نصیر الدین گنبدی نے دہلی ہی میں اپنی درس گاہ قائم کی تھی، مگر فتنۂ تیموری میں جون پور آ گئے اور سلطان ابراہیم شاہ شرقی کی جانب سے وہاں کے قاضی مقرر ہوئے، آخر میں نمائش دنیا سے نفرت ہو گئی اور اپنی خانقاہ میں بیٹھ گئے تو پھر اس سے باہر نہیں آئے، اس وجہ سے آپ کو "گنبدی" بھی کہا جاتا ہے۔ تصفیہ قلب، اشغال باطنی اور علوم دینیہ کی تدریس کے علاوہ کوئی کام نہ تھا۔

۳؍صفر ۸۲۷ھ/ ۱۴۲۳ء میں آپ کا وصال ہوا، اور جون پور میں محلہ چاچک پور ریلوے کراسنگ کے پورب مدفون ہوئے۔[۱]

ملک العلماء، قاضی شہاب الدین دولت آبادی نے جب علامہ ابن حاجب کی "کافیہ" کی شرح لکھی تو اسے قاضی نصیر الدین گنبدی کی خدمت میں بھیجا اور خواہش ظاہر کی اسے اپنے یہاں درس میں داخل کر لیں تا کہ دوسرے علما میں بھی یہ شرح مقبول ہو جائے۔

قاضی نصیر الدین گنبدی نے سرسری طور پر اسے دیکھ کر فرمایا: کتاب بڑی اچھی لکھی ہے، اسے میرے درس دینے کی حاجت نہیں ہے۔

اس واقعہ کو مولانا خیر الدین محمد جون پوری نے ان الفاظ میں بیان کیا ہے:

"قاضی شہاب الدین شرح کافیۂ نحو نوشتہ بخدمت او فرستاد والتماس نمود کہ اگر ایشاں ایں کتاب را درس گویند قبول دیگر یابد، او بجہت غلبۂ اشتغال باطن برآں نظر اجمالی انداختہ گفت: خوب نوشتہ اند، احتیاج درس گفتن ما نیست"۔[۲]

ترجمہ: قاضی شہاب الدین نے کافیہ کی شرح لکھ کر قاضی نصیر الدین کی خدمت میں بھیجا اور ان سے التماس کی کہ اگر وہ اسے اپنے یہاں درس میں شامل کر لیں تو دوسرے

[۱] تاریخ سلاطین شرقی اور صوفیہ جون پور، ج:۱، ص:۱۱۵۴، ملخصا، شیراز ہند پبلشنگ ہاؤس، محلہ رضوی خان، جون پور۔
[۲] تذکرۃ العلماء، ص:۱۸، مطبع: الطافی پریس نمبر ۳۳، بنیا پوکھر روڈ، کلکتہ۔

علما میں بھی مقبول ہو جائے گی، انھوں نے باطنی اشغال کی مصروفیات کے باعث سرسری طور پر اسے دیکھا اور فرمایا:

کتاب بڑی اچھی لکھی ہے، اسے میرے درس دینے کی حاجت نہیں ہے۔

اس واقعہ سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ قاضی شہاب الدین دولت آبادی اپنے معاصر علما کی کتنی قدر کرتے اور انھیں کتنی اہمیت دیتے تھے کہ خود ملک العلماء، قاضی القضاۃ اور سلطان ابراہیم شاہ شرقی کے مقرب خاص ہونے کے باوجود اپنی کتاب ایک معاصر عالم کی خدمت میں پیش کر کے اسے شامل درس کرنے کی خواہش ظاہر کی اور ان کے انکار پر کسی قسم کی ناگواری کا اظہار بھی نہیں کیا، ورنہ اگر وہ چاہتے تو اپنی کتاب پوری سلطنت شرقیہ میں داخل کرا سکتے تھے؛ کیوں کہ وہ اس دَور میں سلطان ابراہیم شاہ شرقی کے مقرب خاص اور اس کی سلطنت کے قاضی القضاۃ تھے۔

## قاضی نظام الدین کے ساتھ حسن سلوک:

قاضی نظام الدین بن صدر الدین حسین بن احمد بن محمد غزنوی ثم جون پوری "غزنہ" میں پیدا ہوئے، اپنے والد ماجد اور دیگر علما سے مروجہ علوم وفنون کی تحصیل وتکمیل کی، ان کے والد "غزنہ" میں قاضی القضاۃ کے منصب پر فائز تھے، وہ بھی والد کے ساتھ غزنہ ہی میں قیام پذیر رہے، لیکن جب والد ماجد کا انتقال ہو گیا تو قاضی نظام الدین ہندستان منتقل ہو گئے، اس زمانہ میں سلطان ابراہیم شاہ شرقی کی علم پروری اور علما نوازی کا شہرہ عام تھا؛ اس لیے وہ بھی "جون پور" چلے آئے، یہاں قاضی شہاب الدین دولت آبادی سے ملاقات ہوئی، قاضی صاحب نے ان کا فضل وکمال دیکھ کر انھیں سلطان ابراہیم شاہ شرقی کے مقربین میں شامل کرا دیا، سلطان نے ان کو "مچھلی شہر" کا قاضی مقرر کر دیا تو انھوں نے وہیں سکونت اختیار کر لی، ہندستان میں ان کی اولاد خوب پھلی پھولی۔[۱]

اس سے معلوم ہوا کہ قاضی شہاب الدین دولت آبادی حتی الوسع علماے کرام

[۱] نزہۃ الخواطر وبہجۃ المسامع والنواظر، ج:۳، ص:۲۸۵، دار ابن حزم، بیروت، لبنان۔

ومشائخ عظام کی خدمت واعانت اور ان کی نصرت وحمایت کیا کرتے تھے اور اس سلسلے میں وہ بادشاہ کی بارگاہ میں ان کے لیے سفارش کرنے سے بھی دریغ نہیں کرتے تھے۔

اس کی ایک مثال مخدوم سید اشرف جہاں گیر سمنانی کا وہ مکتوب بھی ہے جو انھوں نے قاضی شہاب الدین کے نام لکھا تھا جس میں شیخ رضی کے بارے میں سفارش فرمائی ہے کہ وہ سلطان ابراہیم شاہ شرقی سے ان کے معاملہ میں بات کریں، اور یہ بھی لکھا ہے کہ کبھی کبھی آپ سے یہ خدمت لی جائے گی۔ اس مکتوب کا تذکرہ کچھ تفصیل کے ساتھ "مخدوم صاحب اور قاضی صاحب کے باہمی مراسم وروابط" کے تحت کیا جا چکا ہے۔

## شیخ ابوالفتح سے علمی وکلامی مباحثے:

شیخ ابوالفتح جون پوری جلیل القدر عالم وفاضل، فصیح وبلیغ، جامع معقول ومنقول تھے، ان کے جد اعلیٰ قاضی عبدالمقتدر شریحی کندی (متوفی: ۷۹۱ھ) قاضی شہاب الدین دولت آبادی کے استاذ ہیں۔ ان کو اپنے جد امجد ہی سے شرف ارادت وخلافت حاصل تھا۔[۱]

شیخ صاحب اپنے دادا کی وصیت کے مطابق ہمیشہ تدریس وافادۂ علوم میں مشغول رہتے اور اکثر عربی وفارسی قصائد کہا کرتے تھے، پہلے دہلی میں قیام پذیر تھے، لیکن امیر تیمور کے واقعہ میں دیگر اکابر کے ہمراہ جون پور چلے گئے۔ سلطان ابراہیم شاہ شرقی آپ کی بڑی عزت کرتا تھا، بارہا وہ آپ کی زیارت کے لیے حاضر ہوتا اور آپ کے دروازہ کی چوکھٹ چوم کر ہی آگے قدم رکھتا تھا۔[۲]

شیخ ابوالفتح جون پوری اور قاضی شہاب الدین دولت آبادی کے درمیان اصول کلامیہ اور فروع فقہیہ میں اکثر بحث ومباحثہ ہوتا رہتا تھا، چوں کہ دونوں ایک ہی میدان

---

[۱] شیخ ابوالفتح جون پوری ۱۴/ محرم ۷۷۲ھ میں پیدا ہوئے اور ۱۳/ ربیع الاول ۸۵۸ھ، بروز جمعہ اس دارِ فانی سے رخصت ہوئے، آپ کا مزار محلہ "سپاہ" میں زیارت گاہ خلائق ہے۔ "بحر رحمت" آپ کا سال وفات ہے۔ [حدائق الحنفیہ ،ص:۳۴۹، ادبی دنیا، مٹیا محل، دہلی ٦۔]

[۲] تذکرۃ العلماء، ص:۱۸، ۱۹، مطبع: الطافی پریس نمبر ۳۳، بنیا پوکھر روڈ، کلکتہ۔/ حدائق الحنفیہ ،ص:۳۴۹، ادبی دنیا، مٹیا محل، دہلی ٦۔

کے شہ سوار تھے؛ اس لیے مختلف فیہ مسائل میں خوب داد تحقیق دیا کرتے تھے۔ اسی سلسلے کی ایک کڑی "زبادِ گربہ" کا مسئلہ بھی ہے، جسے شیخ عبد الحق محدث دہلوی علیہ الرحمہ نے اس طرح بیان فرمایا ہے:

"او را با قاضی شہاب الدین در اصول کلامیہ و فروع فقہیہ بحثہا بود خصوصا در زباد کہ از گربہ مسکین می چکد، شیخ آں را نجس می گفت، و قاضی بطہارتِ او می رفت، و از اں چہ وے در بعضے رسائل کہ دریں مبحث تالیف کردہ نوشتہ است"۔[۱]

ترجمہ: شیخ ابو الفتح اور قاضی شہاب الدین کے درمیان اصول کلامیہ اور فروع فقہیہ میں مباحثے ہوئے، خصوصا "زباد" کے سلسلے میں جو بلی کے جسم سے ٹپکتا ہے۔ شیخ ابو الفتح اسے نجس کہتے تھے اور قاضی صاحب اس کی طہارت کے قائل تھے، اور اسی وجہ سے انھوں نے ایک رسالہ میں جو اس موضوع پر لکھا ہے، اس مسئلہ کا ذکر کیا ہے۔

## مولانا فقیہ حیرتی سے ایک علمی مباحثہ:

قاضی شہاب الدین دولت آبادی کے معاصرین میں مولانا فقیہ حیرتی منقولات ومعقولات کے زبردست عالم تھے، درس وتدریس ان کا مشغلہ تھا، بیسیوں بار اصول بزدوی کا درس دے چکے تھے، ایک بار قاضی صاحب اور مولانا فقیہ حیرتی کے درمیان ایک علمی مسئلہ میں مباحثہ ہوا، جس میں قاضی صاحب کو کامیابی ہوئی، اس موقع پر بھی قاضی صاحب نے اپنی علمی فروتنی اور اپنے تلامذہ کے فضل کے اعتراف کا مظاہرہ فرمایا۔

اخبار الاصفیاء کی روایت کے مطابق اس کی تفصیل یہ ہے کہ ایک مرتبہ سلطان نے طے کیا کہ کل قاضی شہاب الدین اور مولانا فقیہ حیرتی سر دربار مباحثہ ومناظرہ کریں اور اس مناظرہ میں جو عالم غالب ہوگا وہی دربار کا صدر نشیں ہوگا۔

اتفاق سے مولانا فقیہ حیرتی کے کئی تلامذہ اس وقت جون پور میں موجود تھے، جو ان کو علمی مدد پہنچا سکتے تھے اور قاضی صاحب علم تازہ اور حوصلہ بلند رکھنے کے باوجود تنہا

[۱] اخبار الاخیار فی اسرار الابرار، ص: ۱۰۷، مطبع: مجتبائی، دہلی، ۱۳۰۹ھ۔

تھے؛اس لیے کچھ متفکر تھے، خیال آیا کہ اپنے پرانے شاگرد شیخ محمد عیسیٰ کے پاس چلنا چاہیے جو علم وروحانیت کے جامع ہیں اور ترک وتجرید کی زندگی اختیار کر چکے ہیں چنان چہ ان کے پاس جا کر فرمایا:

"شاگرد اگر درچنیں روزگار بکار نیاید، بچہ کار آید، وچوں تو آتش در اوراق زدہ کنج خمول گزیدۂ بارے توجہ باطن خود دریغ ندادی"۔

ترجمہ: شاگرد اگر ایسے حالات میں ہمارے کام نہیں آئے گا تو کس کام کا، اور جب تم نے کتابوں کو آگ لگا کر تنہائی اختیار کر لی ہے تو اپنی باطنی توجہ سے دریغ نہ کرو (اور میری مدد کرو)۔

شیخ محمد عیسیٰ نے عرض کیا:

"امشب دست در صندوق کن وہر کتابے کہ بدست آید مطالعہ فرما، ہمچناں در کتاب کافی ست، ونصر از تست"۔

ترجمہ: آج رات کتابوں کے صندوق میں ہاتھ ڈالیے اور جو کتاب ہاتھ لگے مطالعہ فرمائیے، آپ کے لیے کتاب کا اتنا ہی مطالعہ کافی ہے اور آپ کو کامیابی ملے گی۔

استاذ نے شاگرد کے کہنے پر عمل کیا تو ان ہی کی کتاب "الارشاد" ہاتھ میں آئی، اس لیے ابتدا میں تامل ہوا، پھر شیخ محمد عیسیٰ کی ہدایت کے مطابق اس کا مطالعہ شروع کیا، اتفاق سے ایک مشکل مقام آ گیا جو دو گھنٹے میں حل ہوا، پھر اصول بزدوی کا مطالعہ کیا، قاضی صاحب کا خیال تھا کہ مولانا فقیہ حیرتی اس کتاب کو تقریباً بیس بار پڑھا چکے ہیں، ہوسکتا ہے کہ اسی کتاب کا کوئی مسئلہ زیر بحث آ جائے، دوران مطالعہ اس میں بھی ایک مشکل مقام آیا جو صبح ہوتے ہوتے حل ہوا، دوسرے دن دربار میں علما وفضلا جمع ہوئے اور سلطان ابراہیم کے سامنے دونوں میں مناظرہ ومباحثہ ہوا جس میں قاضی صاحب منصور وظفریاب ہوئے۔

یہ واقعہ بھی قاضی صاحب کے عالمانہ اخلاق کا آئینہ دار ہے، اگرچہ آپ جملہ علوم وفنون کے فاضل اور مصنف تھے، مگر جب آزمائش کا وقت آیا تو اپنے علم پر مغرور نہیں

ہوئے، بلکہ اپنے شاگرد سے علمی تعاون کے طالب ہوئے، قاضی صاحب نے اسی شاگرد عزیز کے لیے ”شرح اصول بزدوی“ لکھی تھی۔[۱]

## سید اجمل صاحب سے مباحثہ اور ان کا احترام:

قاضی شہاب الدین دولت آبادی کے معاصرین میں سید اجمل بن امجد بن علی حسینی جون پوری بھی ہیں جو سلطان ابراہیم شاہ شرقی کے مقرب، شہر جون پور کے قاضی اور بلند پایہ بزرگ تھے۔ شیخ جلال الدین حسین بن احمد بخاری سے طریقت و معرفت کی تحصیل کی، شیخ نے ان کے حق میں دعا فرمائی: پیر شوی، میر شوی، وزیر شوی۔

اللہ جل شانہ نے ان کی دعا قبول فرمائی اور انھیں دولت و ثروت اور جون پور میں عہدۂ قضا عطا فرمایا۔ ۲۵ر رمضان المبارک ۸۶۴ھ میں اس دارِ فانی سے رخصت ہو گئے۔[۲]

ایک مرتبہ سلطان ابراہیم شاہ شرقی کی علمی مجلسوں میں نشست گاہ کی تقدیم و تاخیر کے سلسلے میں ان کے اور قاضی شہاب الدین دولت آبادی کے درمیان اختلاف ہو گیا۔ قاضی صاحب کے سامنے علم کے وقار کا مسئلہ پیدا ہو گیا، انھوں نے سید اجمل صاحب سے فرمایا: میرا عالم ہونا معلوم و متیقن ہے اور تمھارا علوی ہونا مشکوک و مشتبہ ہے؛ لٰہذا تم پر میری فضیلت اور برتری ثابت ہے، پھر اس تعلق سے ایک رسالہ لکھا جس کا نام ”رسالہ افضلیت عالم بر سید“ ہوا۔

اس میں انھوں نے یہ ثابت کیا کہ مشکوک و مشتبہ نسبت علویت کے مقابلہ میں معلوم و متیقن علمیت افضل و راجح ہے، مگر جب ان کے استاذ کو اس کی خبر ہوئی تو وہ خفا ہو گئے۔ قاضی صاحب کو اس کی اطلاع ہوئی تو انھوں نے اس خیال سے رجوع کرتے ہوئے اس رسالہ کو دریا برد کر دیا اور سادات کی فضیلت سے متعلق ایک کتاب ”مناقب

[۱] دیار پورب میں علم اور علما، ص: ۱۹۴، ۱۹۵، بتغیر یسیر، البلاغ پبلی کیشنز، جامعہ نگر، نئی دہلی ۲۵۔

[۲] نزہۃ الخواطر و بہجۃ المسامع والنواظر، ج: ۳، ص: ۲۳۶، دار ابن حزم، بیروت، لبنان۔

السادات" نام کی تصنیف فرمائی۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی فرماتے ہیں:

"استاد قاضی شہاب الدین رااین معنیٰ ازوے ناخوش آمد، مزاج عالیش ازوے منحرف گشت، قاضی ازیں معنیٰ برگشت و درمناقب سادات وافضلیت ایشاں رسالہ نوشت وآں چہ گذشتہ بود اعتذار نمود۔

وبعضے گویند کہ حضرت سرورکائنات راعلیہ افضل الصلوات واکمل التحیات بخواب دید کہ اورا ازیں معنیٰ تنبیہ می فرماید وبراسترضاے سید اجمل مذکور تحریض می نماید، قاضی پیش سید رفت وتوبہ کرد، ورسالہ نوشت، واللہ اعلم"۔[۱]

ترجمہ: قاضی شہاب الدین کے استاذ کو یہ بات اچھی نہیں لگی اور وہ ان سے ناراض ہوگئے؛ اس لیے قاضی صاحب نے اس سے رجوع کرلیا اور سادات کے مناقب اور ان کی فضیلت کے سلسلے میں ایک رسالہ تصنیف فرمایا، اور پہلے جو کچھ ہو چکا تھا اس سے معذرت کرلی۔

اور بعض لوگ کہتے ہیں کہ قاضی صاحب نے خواب دیکھا کہ سرور کائنات علیہ افضل الصلوات واکمل التحیات انھیں اس پر تنبیہ فرمارہے ہیں اور سید اجمل کو راضی کرنے کی ترغیب دے رہے ہیں، قاضی صاحب سید اجمل صاحب کے پاس تشریف لے گئے اور ان سے معافی مانگی اور سادات کرام کی فضیلت میں "مناقب السادات" نامی ایک رسالہ لکھا۔

اس سے سمجھ میں آتا ہے کہ قاضی شہاب الدین صاحب اپنے اساتذہ اور مشائخ کا کتنا ادب واحترام کرتے تھے کہ ان کی رضا کے لیے ایک علمی اور تحقیقی مسئلہ میں اپنی رائے وتحقیق سے رجوع کرلیا اور عالمانہ اخلاق وتواضع کا ثبوت دیتے ہوئے سید اجمل صاحب سے معذرت بھی کرلی، اگرچہ وہ علوم وفنون میں قاضی صاحب سے کم درجہ رکھتے تھے۔

---

[۱] اخبار الاخیار فی اسرار الابرار، ص: ۱۷۶، مطبع: مجتبائی، دہلی، ۱۳۰۹ھ۔

## خلاف شرع امور پر باز پرس:

قاضی شہاب الدین دولت آبادی علما ومشائخ کا بہت ادب واحترام کرتے تھے، مگر اس کے باوجود شریعت کے معاملہ میں کسی سے ایسی مفاہمت نہیں کرتے جو مذہبی عقائد واعمال کے خلاف ہو، بلکہ اپنے فرض منصبی کا خیال کرتے ہوئے ہر خلاف شرع امر کی شدت سے مذمت کرتے اور کسی لومۃ لائم کی پروا کیے بغیر اپنے شاگردوں اور عقیدت مندوں کو لے کر مقابلہ پر آجاتے تھے؛ اس لیے اس زمانہ میں لوگوں کا قاضی صاحب کے احتساب سے بچنا بڑا مشکل ہوتا تھا۔ ہم سردست اس کی چند مثالیں پیش کرتے ہیں:

## شاہ مدار کا انکار، پھر اقرار:

سید شاہ بدیع الدین مدار مکن پوری کی شخصیت بڑی پراسرار اور مختلف فیہ تھی، ان کا ظاہر حال سخت قابل اعتراض تھا؛ اس لیے قاضی شہاب الدین دولت آبادی ابتدا میں ان کی مشیخت وبزرگی کے منکر تھے، مگر بعد میں جب افہام وتفہیم اور خط وکتابت کے ذریعہ اصل حقیقت معلوم ہوگئی، تو اس وقت قاضی صاحب ان کی مشیخت کے قائل ہوگئے۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے شاہ مدار اور قاضی صاحب کی معاصرت اور تعلق کا تذکرہ اس طرح کیا ہے:

"قاضی شہاب الدین دولت آبادی در عہد او بود ،مکتوبے در مردم ہست کہ گویند شاہ مدار آں را بجانب قاضی شہاب الدین نوشتہ بود"۔[١]

ترجمہ: قاضی شہاب الدین دولت آبادی شاہ بدیع الدین مدار کے دَور میں تھے، ان کا ایک مکتوب لوگوں کے درمیان مشہور ہے، کہتے ہیں کہ شاہ مدار نے وہ خط قاضی شہاب الدین کو لکھا تھا۔

قاضی اطہر مبارک پوری لکھتے ہیں کہ اخبار الاصفیاء میں ہے:

"ایک مرتبہ قاضی شہاب الدین صاحب نے شاہ مدار سے پوچھا کہ اس حدیث

---

[١] اخبار الاخیار فی اسرار الابرار،ص:١٦٠، مطبع: مجتبائی، دہلی، ١٣٠٩ھ۔

"العلماء ورثة الأنبياء" میں کن علما کی طرف اشارہ ہے؟

شاہ مدار نے کہا: وہ علما مراد ہیں جنھوں نے ظاہری تعلیم کی طرف رخ نہیں کیا اور علم لدنی میں کامیابی حاصل کی؛ کیوں کہ میراث کسب سے نہیں ملا کرتی۔

ملا عبدالقادر بدایونی نے بھی اس خط و کتابت کا تذکرہ کیا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ قاضی صاحب نے شاہ مدار کو لکھا کہ کیا حدیث "العلماء ورثة الأنبياء" کی رو سے مجھے وارث انبیا کہہ سکتے ہیں؟

شاہ مدار نے جواب دیا کہ نہیں، وارث کو وراثت بغیر جد و جہد کے ملتی ہے اور آپ نے دود چراغ اور محنت شاقہ سے چند وہمی نقوش حاصل کیے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وارث وہ فقرا ہیں جنھوں نے علم الٰہی بنا کسب کے وہبی طور سے پایا ہے"۔[۱]

سید اقبال احمد جون پوری نے چھ سات صفحات میں شاہ مدار کے مکتوب کا تفصیل سے بیان کیا ہے اور قاضی شہاب الدین صاحب کے شاہ مدار کی خدمت میں حاضر ہونے اور معافی تلافی کا بھی ذکر کیا ہے، چناں چہ وہ لکھتے ہیں:

"ملک العلماء، قاضی شہاب الدین نے اپنے ظاہری و باطنی خیالات کو حضرت مخدوم (سید اشرف جہاں گیر سمنانی) کی خاص توجہ سے درست کیا اور بہت ہی بے چینی وعقیدت ومحبت کے ساتھ حضور اقدس سید بدیع الدین قطب المدار کی خدمت میں حاضر ہوئے اور تقصیرات گزشتہ کی معافی چاہی اور سلسلۂ عالیہ مداریہ میں داخل کرنے کی درخواست کی، حضور اقدس (سید بدیع الدین شاہ مدار) نے آپ پر نہایت شفقت ومحبت فرمایا اور سلسلہ کی پاک برکتوں ونسبتوں سے سرفراز فرما کر اجازت وخلافت سے نوازا"۔[۲]

## شیخ رکن الدین سے ایک مسئلہ پر باز پرس:

شیخ رکن الدین بن صدر الدین بن شرف الدین انصاری ہروی، ثم ہندی جون

[۱] دیار پورب میں علم اور علما، ص: ۱۹۸، البلاغ پبلی کیشنز، جامعہ نگر، نئی دہلی، ۲۵۔

[۲] تاریخ سلاطین شرقی اور صوفیہ جون پور، ج: ۲، ص: ۹۶، ۱۳ شیراز ہند پبلشنگ ہاؤس، محلہ رضوی خان، جون پور۔

پوری اپنے زمانہ کے مشہور ومعروف ارباب فضل وکمال میں سے تھے، ان کے والد صدرالدین، خضر خان کے دَور میں دہلی آئے اور وہیں سکونت اختیار کرلی لیکن جب ان کا انتقال ہوگیا تو شیخ رکن الدین دہلی چھوڑ کر" جون پور" چلے گئے، اس وقت وہاں ابراہیم شاہ شرقی کی حکومت تھی۔

شیخ رکن الدین نے طریقت ومعرفت کی تعلیم شیخ تاج الدین جھونسوی سے حاصل کی، پھر جب شیخ جلال الدین حسین بن احمد حسینی بخاری شہر جون پور تشریف لائے تو ان سے بھی اکتساب علم وفضل کیا اور ان کو بڑی مقبولیت حاصل ہوئی، یہاں تک کہ ان کے مریدین ان کے سامنے سجدۂ تعظیمی کرنے لگے اور وہ ان کو اس عمل سے روکتے نہیں تھے۔

قاضی شہاب الدین دولت آبادی کو اس بارے میں معلوم ہوا تو انھوں نے شیخ رکن الدین سے سخت باز پرس کی اور اس سلسلے میں ان کی مشیخت ومقبولیت کی قطعا کوئی پروانہیں کی۔[۱]

قاضی اطہر مبارک پوری نے تجلی نور کے حوالہ سے لکھا ہے کہ ایک مرتبہ شیخ رکن الدین سے ایک خلاف شرع حرکت صادر ہوئی، اس کی خبر سے قاضی شہاب الدین صاحب کا مزاج سخت برہم ہوا اور اپنے شاگرد شیخ عبدالملک عادل کو بھیج کر یہ پیغام دیا کہ وہ اپنے مریدوں میں توحید کا بیان اور سجدہ کی ادائیگی شرعی طور پر کریں کرائیں، ورنہ ان کے شہر بدر کرنے کا حکم دیا جائے گا۔

شیخ عبدالملک عادل ایک جماعت لے کر شیخ رکن الدین کے یہاں پہونچے، مگر وہاں جا کر ان پر عجیب کیفیت طاری ہوگئی اور وہ شیخ رکن الدین کے معتقد ہوگئے، اس خبر سے قاضی صاحب کو بڑا رنج ہوا اور کوتوال شہر نصرت خان کو پروانہ لکھا کہ وہ جا کر شیخ رکن الدین کو شہر بدر کا حکم دے، مگر کوتوال مذکور بھی ان کے پاس جا کر خوش اعتقاد ہوگیا اور واپس آکر سلطان ابراہیم سے عرض کیا کہ شیخ رکن الدین کو ان کے حال پر چھوڑ دیا جائے، اسی

[۱] نزہۃ الخواطر وبہجۃ المسامع النواظر، ج:۳،ص:۲۴۹، دار ابن حزم، بیروت، لبنان۔

میں مصلحت ہے، یہ سن کر سلطان ابراہیم نے بھی چشم پوشی کی۔[۱]

شیخ رکن الدین کی وفات ۱۱ر ربیع الثانی ۸۷۴ھ میں ہوئی، ان کی قبر شہر جون پور میں ہے۔[۲]

## کبیر ہندی پر سخت نکیر:

حکیم عبد الحئی رائے بریلوی نے شیخ عبد العزیز جون پوری کی کتاب "سیرت الاولیاء" کے حوالہ سے لکھا ہے کہ کبیر ہندی جون پور میں آئے تو قاضی شہاب الدین کے تلامذہ نے انھیں گھیر لیا تو شیخ رکن الدین نے ان کو اپنی حفاظت میں لے کر شہر سے باہر کر دیا۔[۳]

کبیر ہندی کے خلاف قاضی شہاب الدین صاحب کے تلامذہ کی محاذ آرائی صرف اس لیے تھی کہ کبیر ہندی کے بہت سے خیالات شریعت کی رو سے قابل قبول نہیں تھے، بلکہ ان کی شخصیت بھی مختلف فیہ تھی۔

## ملک العلماء کا ذوق شعر و شاعری:

ملک العلماء، قاضی شہاب الدین دولت آبادی شعر و شاعری کا بھی اچھا ذوق رکھتے تھے۔ قاضی عبد المقتدر شریحی کندی جیسے فصیح و بلیغ اور ادیب و شاعر کی شاگردی و ہم نشینی نے قاضی صاحب کے اندر شعر و سخن کا بڑا استھرا ذوق پیدا کر دیا تھا۔

لیکن ان کے اشعار کا مجموعہ نہیں ملتا۔ اس کی وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ قاضی صاحب کا اصل میدان درس و تدریس اور تصنیف و تالیف تھا، شعر و شاعری سے صرف ذوق کی حد تک تعلق تھا؛ اس لیے انھوں نے اس کی طرف کوئی خاص توجہ نہیں کی۔

شیخ عبد الحق محدث دہلوی نے "اخبار الاخیار فی اسرار الابرار" میں لکھا ہے:

---

[۱] دیار پورب میں علم اور علما، ص: ۱۹۷، البلاغ پبلی کیشنز، جامعہ نگر، نئی دہلی ۲۵۔

[۲] نزہۃ الخواطر و بہجۃ المسامع والنواظر، ج: ۳، ص: ۲۴۹، دار ابن حزم، بیروت، لبنان۔

[۳] نزہۃ الخواطر و بہجۃ المسامع والنواظر، ج: ۳، ص: ۲۴۹، دار ابن حزم، بیروت، لبنان۔

”وسلیقۂ شعر نیز دار، وایں قطعۂ او کہ بیکے از ملوک در باب طلب جاریہ نوشتہ است مشہور است“۔

ترجمہ: قاضی شہاب الدین دولت آبادی شعر گوئی کا ہنر بھی رکھتے تھے، ان کا یہ قطعہ بہت مشہور ہے جو انھوں نے ایک بادشاہ (سلطان ابراہیم شاہ شرقی) کو باندی کی طلب کے بارے میں لکھا تھا۔ وہ قطعہ یہ ہے:

ایں نفس خاکسار کہ آتش سزاے اوست
برباد گشت لائق بے آب کردن است
یک کس چناں فرست کہ پا بر سرم نہد
ریزد ہمہ منی و تکبر کہ در من است

ترجمہ: یہ حقیر نفس جس کی سزا آگ ہے، برباد ہو گیا اور یہ بے عزت کرنے کے لائق ہے، ایک ایسی ذات کو بھیج دیجیے جو میرے سر پر اپنا پاؤں رکھے اور میرے تمام کبر و غرور کو نیست و نابود کر دے۔[۱]

مفتی غلام سرور لاہوری نے قاضی صاحب کے فن شعر گوئی سے متعلق اس طرح لکھا ہے: ”درفن شعر نیز مہارت تام داشت“۔ یعنی قاضی صاحب فن شعر گوئی میں بھی کامل دسترس رکھتے تھے۔

اس کے بعد انھوں نے وہی قطعہ درج کیا ہے جو ”اخبار الاخیار فی اسرار الابرار“ کے حوالہ سے اوپر نقل کیا جا چکا ہے۔[۲]

سید اقبال احمد جون پوری لکھتے ہیں:

”حضرت ملک العلماء قاضی شہاب الدین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ابراہیم شاہی دور کے بلند پایہ شعرا میں شمار کیے جاتے ہیں، علم و فضل میں آپ کا پایہ بہت بلند تھا۔ یہ قطعہ آپ ہی کا کہا ہوا ہے:

---

[۱] اخبار الاخیار فی اسرار الابرار، ص: ۱۷۵، ۱۷۶، مطبع: مجتبائی، دہلی۔ ۱۴۰۹ھ۔

[۲] خزینۃ الاصفیاء، ج: ۱، ص: ۳۹۱، مطبع منشی نول کشور، کان پور۔

اے زہے جوش کرمت قطرہ بود دریاے
پیش او لاف زند بارش باراں تاچند
گر بفیضش نکند ابر بہاری شاداب
دعویِ حسن کند گل بہ گلستاں تا چند

ترجمہ: واہ! تیرے کرم کے جوش سے قطرہ دریا ہوجاتا ہے، اس کے سامنے بارش باراں لاف زنی نہیں کرسکتی، اگر اس کے فیض سے ابر بہاری شاداب نہ کرے تو گلستاں میں پھول دعویِ حسن نہیں کرسکتے۔[۱]

لطائف اشرفی فی بیان طوائف صوفی میں ہے:

جس زمانہ میں حضرت مخدوم جہاں گیر سمنانی قدس سرہ شہر جون پور کی اٹالہ مسجد میں قیام پذیر تھے اور ملک العلماء ان کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے تو برجستہ یہ قطعہ پڑھا تھا:

چہ خورشید است تاباں بر جبینش    کہ خورشید فلک زو ذرہ گردد
بگوہر سید است دریاے امواج    کہ دریاے جہاں چوں قطرہ گردد

ترجمہ: ان کی پیشانی سے کیسا نور چمک رہا ہے کہ فلک کا آفتاب اس کے سامنے ذرہ معلوم ہورہا ہے۔

سید اپنی ذات میں لہریں مارنے والا دریا ہیں کہ اس کے مقابلہ میں دنیا کے دریا قطرہ کی طرح ہیں۔[۲]

## قاضی صاحب کے مشہور ومعروف تلامذہ:

قاضی شہاب الدین دولت آبادی نے دہلی کی سرزمین پر تدریس کا عمل شروع فرمایا اور پھر ابراہیم شاہ شرقی کے دَور میں "جون پور" میں بساط درس وتدریس بچھائی اور پوری زندگی تعلیمی وتدریسی خدمات انجام دیتے رہے۔

[۱] تاریخ سلاطین شرقی اور صوفیہ جون پور، ج:۱،ص:٦٩٦، شیراز ہند پبلشنگ ہاؤس، محلہ رضوی خان، جون پور۔

[۲] لطائف اشرفی فی بیان طوائف صوفی، ج:۲،ص:۱۰۵، مطبع: مکتبہ سمنانی ۱۴ / ۱۷، فردوس کالونی، پاکستان۔

ظاہر ہے کہ ایسے جلیل القدر عالم وفاضل کی درس گاہ کے فیض یافتہ اوران کے تلامذہ کی تعداد بہت زیادہ ہوگی، مگر افسوس یہ ہے کہ ان کے خرمن علم سے خوشہ چینی کرنے والے علما وفضلا میں صرف چند حضرات کے بارے میں ہی یہ صراحت ملتی ہے کہ انھوں نے قاضی صاحب کی بارگاہ میں زانوے تلمذتہ کیا اوران کی درس گاہ فیض بار سے اکتساب علم وفن کیا ہے۔ان مشہور ومعروف تلامذہ کے نام درج ذیل ہیں:

(۱) شیخ صفی الدین ردولوی۔(۲) شیخ قاضی رضی الدین ردولوی۔(۳) شیخ فخر الدین جون پوری۔(۴) شیخ محمد عیسیٰ جون پوری۔(۵) علامہ عبدالملک عادل جون پوری۔(۶) شیخ قطب الدین ظفر آبادی۔(۷) شیخ علاء الدین جون پوری۔[ان حضرات کے علاوہ دونام اور ملتے ہیں جو بالواسطہ قاضی صاحب کے تلامذہ میں شامل ہیں، تکمیل کے لیے ہم ان کا بھی ذکر کردیتے ہیں](۸) مولانا الہ داد جون پوری (۹) قاضی سماء الدین جون پوری۔ ـــــــ ان حضرات کے مختصر حالات درج ذیل ہیں:

## (۱) شیخ صفی الدین ردولوی:

آپ کا اسم گرامی: صفی الدین اور والد ماجد کا نام: شیخ نصیرالدین بن شیخ نظام الدین ہے۔آپ کا سلسلۂ نسب چند واسطوں سے امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مل جاتا ہے۔

آپ کے دادا شیخ نظام الدین، ہلاکوں خان کے حادثہ میں اپنے وطن ”غزنین“ سے چند افراد کے ہمراہ ہندستان تشریف لائے اور دہلی میں اقامت اختیار کرلی، اس وقت ہندستان میں علاء الدین خلجی کی حکومت تھی۔پھر دہلی میں فتنۂ تیموری رونما ہونے سے پہلے ہی ابراہیم شاہ شرقی کے دورِحکومت میں دہلی چھوڑ کر جون پور آگئے اور وہیں مستقل سکونت اختیار کرلی۔

قاضی شہاب الدین دولت آبادی نے اپنی بیٹی کا نکاح آپ کے بیٹے شیخ نصیرالدین سے کردیا تھا، ان سے تین بیٹے پیدا ہوئے: صفی الدین، فخر الدین اور رضی

الدین۔ ان تینوں نے اپنے نانا قاضی شہاب الدین دولت آبادی سے علوم وفنون کی تحصیل وتکمیل کی۔

شیخ صفی الدین نے فراغت کے بعد درس وافتا اور تصنیف وتالیف کا مشغلہ اختیار کیا، ان کی تصنیفات میں یہ چند کتابیں بہت مشہور ہیں:

۱۔ دستور المبتدی۔ ۲۔ حل ترکیب کافیہ۔ ۳۔ غایۃ التحقیق، یہ کافیہ کی شرح ہے۔

ایک زمانہ تک شیخ صفی الدین درس وتدریس اور تصنیف وتالیف کا کام کرتے رہے، پھر تلاش شیخ میں ردولی تشریف لے گئے، اس وقت مخدوم سید اشرف جہاں گیر سمنانی ردولی ہی میں رونق افروز تھے۔ جب شیخ صفی الدین ان کی خدمت میں حاضر ہوئے تو مخدوم صاحب نے بڑھ کر ان کا استقبال کیا اور اپنے قریب بٹھایا اور اسی وقت انھیں سلسلۂ چشتیہ نظامیہ میں مرید کر کے خرقۂ خلافت عطا فرمایا۔

آپ کے چھوٹے بھائی شیخ رضی الدین اس زمانہ میں ردولی کے قاضی تھے؛ اس لیے آپ نے بھی وہیں اقامت اختیار کر لی اور ۱۳/ ذی قعدہ ۸۱۹ھ میں اس دارِ فانی سے کوچ کر گئے۔[۱]

## (۲) شیخ قاضی رضی الدین ردولوی:

شیخ قاضی رضی الدین بن شیخ نصیر الدین بن شیخ نظام الدین حنفی ردولوی ملک العلماء قاضی شہاب الدین دولت آبادی علیہ الرحمہ کے نواسے ہیں، انھوں نے بھی اپنے نانا جان سے جملہ علوم وفنون کی تحصیل کی اور اپنے اسلاف کے طرز پر درس وتدریس میں زندگی بسر کی۔ ان کے علم وفضل کی بنیاد پر سلطان ابراہیم شاہ شرقی نے ان کو ردولی کا قاضی مقرر کر دیا؛ اس لیے انھوں نے وہیں مستقل سکونت اختیار کر لی۔

اسی زمانہ میں ان کے بڑے بھائی شیخ صفی الدین مرشد کامل کی تلاش میں ردولی تشریف لے گئے، وہاں مخدوم سید اشرف جہاں گیر سمنانی سے ملاقات ہوئی اور انھوں

---

[۱] تذکرۂ علماے ہند، ص: ۹۶، ملخصا، مطبع: منشی نول کشور، لکھنؤ۔

نے شیخ صاحب کو سلسلۂ چشتیہ نظامیہ میں مرید کر کے اجازت و خلافت سے نوازا۔

اس سے سمجھ میں آیا کہ شیخ رضی الدین، مخدوم سید اشرف جہاں گیر سمنانی کی وفات (۸۰۸ھ) سے پہلے ہی ردولی کے قاضی بنائے جا چکے تھے اور اس کے چند سال پہلے ہی ان کے والد اور نانا دہلی سے جون پور آ چکے تھے اور ان کی پیدائش اور تعلیم و تربیت کے تمام مراحل دہلی ہی میں گزر چکے تھے: لہٰذا صاحب "نزہۃ الخواطر" کا ان کے بارے میں یہ کہنا کہ "شیخ قاضی رضی الدین جون پور میں پیدا ہوئے اور وہیں ان کی نشو و نما ہوئی، اور اپنے نانا قاضی شہاب الدین سے تحصیل علم کر کے ایک مدت تک ان کی خدمت میں رہے" محل نظر ہے۔

واقعہ یہ ہے کہ قاضی رضی الدین کی ولادت، نشو و نما اور نانا قاضی شہاب الدین دولت آبادی سے تحصیل علم کے تمام مراحل قیام دہلی کے زمانہ میں طے ہو چکے تھے۔[۱]

## (۳) شیخ فخر الدین جون پوری:

شیخ فخر الدین بن شیخ نصیر الدین بن شیخ نظام الدین حنفی جون پوری بھی قاضی شہاب الدین دولت آبادی کے نواسے ہیں، انھوں نے بھی اپنے بھائیوں کی طرح اپنے نانا جان سے علوم و فنون کی تحصیل و تکمیل کی۔

مولوی رحمان علی نے تینوں بھائیوں کے بارے میں یہ تصریح کی ہے کہ انھوں نے اپنے نانا قاضی شہاب الدین صاحب سے علوم متداولہ کا اکتساب کیا، چنان چہ وہ لکھتے ہیں:

"وہر یکے بخدمت قاضی شہاب الدین جد مادری خود باکتساب علوم متداولہ دانشمند و متبحر شدند"۔[۲]

ترجمہ: ان میں سے ہر ایک نے اپنے نانا قاضی شہاب الدین کی خدمت میں علوم مروجہ کی تعلیم حاصل کی اور سب زبردست عالم اور دانش ور ہوئے۔

---

[۱] نزہۃ الخواطر و بہجۃ المسامع والنواظر، ج: ۳، ص: ۲۵۰، دار ابن حزم، بیروت، لبنان۔/ دیار پورب میں علم اور علما، ص: ۲۰۴، البلاغ پبلی کیشنز، جامعہ نگر، نئ دہلی، ۲۵۔

[۲] تذکرۂ علمائے ہند، ص: ۹۶، مطبع: منشی نول کشور، لکھنؤ۔

تقریبا یہی ساری باتیں صاحب نزہۃ الخواطر نے بھی لکھی ہیں، البتہ ان کی یہ تصریح کہ ”ولد ونشأ بجون بور "یعنی جون پور میں پیدا ہوئے اور وہیں نشو ونما ہوئی، محل نظر ہے۔[۱]

## (۴) شیخ محمد عیسیٰ جون پوری:

شیخ محمد عیسیٰ بن شیخ احمد عیسیٰ جون پور کے علمائے کرام اور مشائخ عظام میں نمایاں شخصیت کے مالک تھے، آپ کی ولایت اور عظمت وکرامت پر سب کا اتفاق ہے، آپ شیخ فتح اللہ اودھی کے مرید ہیں، امیر تیمور جب دہلی آیا تو اکثر علما ومشائخ دہلی چھوڑ کر جون پور چلے گئے، ان ہی جانے والوں میں آپ کے والد ماجد شیخ احمد عیسیٰ بھی تھے، اس وقت آپ کی عمر قریب سات آٹھ تھی۔

آپ بچپن ہی میں فطری سعادت وفیروزمندی اور طبعی استعداد ولیاقت کی وجہ سے شیخ فتح اللہ کے مرید ہو گئے اور اپنے شیخ کے ارشاد ہی پر عرصۂ دراز تک قاضی شہاب الدین دولت آبادی کی درس گاہ میں زانوے تلمذ تہ کیا اور علوم عقلیہ ونقلیہ کی تعلیم حاصل کی۔

قاضی شہاب الدین دولت آبادی ان سے بڑی محبت رکھتے تھے اور ان ہی کے لیے اصول بزدوی کی شرح بحث امر تک تحریر فرمائی تھی۔

علوم ظاہری کی تحصیل سے فراغت کے بعد تزکیۂ قلب اور تصفیۂ باطن کے لیے اپنے شیخ فتح اللہ اودھی کی خدمت میں حاضر ہوئے اور باطن کی صفائی میں اس قدر منہمک ہوئے کہ ظاہر سے یکسر بے خبر ہو گئے۔

مشہور ہے کہ آپ کے کمرے کے سامنے ایک درخت خود بخود اگا اور خوب بڑھا،

---

[۱] نزہۃ الخواطر وبہجۃ المسامع والنواظر کی پوری عبارت یہ ہے: الشيخ الفاضل العلامة فخر الدين بن نصير الدين بن نظام الدين الحنفي الجونبوري كان سبط العلامة قاضي القضاة شهاب الدين أحمد بن عمر الزاولي الدولة آبادي ، ولد ونشأ بجونبور وقرأ العلم على جده لأمه الشهاب المذكور ولازمه مدة من الزمان حتى برع في الفقه والأصول والكلام والعربية. [ج:۳، ص:۲٦٤، دار ابن حزم ، بيروت ، لبنان.

مگر مدت دراز تک آپ کو اس کی خبر نہیں ہوئی، اتفاق سے ایک دن اس درخت کے چند پتے آپ کی نشست گاہ پر گرے تو آپ نے لوگوں سے دریافت کیا کہ یہ پتے کہاں سے آئے؟ اس وقت لوگوں نے پوری صورت حال بیان کی تو آپ کو خبر ہوئی کہ اس مکان کے دروازے پر ایک درخت اگا اور بڑھا ہے۔

آپ ہمیشہ مراقبہ میں رہا کرتے تھے، جسم کی تمام ہڈیاں ابھر آئی تھیں اور ٹھوڑی سینہ سے مل گئی تھی۔ آپ کا مزار جون پور میں ہے۔[۱]

مولانا خیر الدین محمد جون پوری "تذکرۃ العلماء" میں لکھتے ہیں:

"وفات آں حضرت درسنہ ہشت صد شصت ونہ ہجری رونمود، وعمر شریفش در آں وقت ہشتاد ونہ سالہ بود، درگنبد سنگیں کہ عقب مسجد جامع بطرف مغرب باندک فاصلہ است مدفون گردید"۔ [۲]

ترجمہ: شیخ محمد عیسیٰ جون پوری کی وفات ۸۶۹ھ میں ہوئی، اس وقت ان کی عمر نواسی سال تھی، جامع مسجد کے پیچھے تھوڑی دور مغرب کی طرف گنبد میں مدفون ہوئے۔

## (۵) علامہ عبدالملک عادل جون پوری:

علامہ عبدالملک عادل، وزیر سلاطین شرقیہ نواب عماد الملک عمری، ادہمی، جون پوری کے صاحبزادے ہیں، ان کی ولادت جون پور میں ہوئی اور بچپن ہی میں قاضی شہاب الدین دولت آبادی کی درس گاہ میں حاضر ہو گئے اور ان سے اکتساب علوم وفنون شروع کر دیا، اٹھارہ سال کی عمر میں مروجہ علوم وفنون کی تحصیل سے فارغ ہو گئے۔

آپ بڑے ذہین وطباع اور قاضی صاحب کے مقرب ترین شاگردوں میں سے تھے، قاضی صاحب نے اپنی خوشی وخواہش سے آپ کی تعلیم وتربیت پر خاص توجہ دی اور چند سال میں ابتدا سے انتہا تک پہنچا دیا۔

---

[۱] اخبار الاخیار فی اسرار الابرار، ص: ۱۷۵، ملخصا، مطبع: مجتبائی، دہلی، ۱۳۰۹ھ۔

[۲] مزید تفصیل کے لیے دیکھیں: تذکرۂ علمائے ہند، ص: ۲۰۵، مطبع: منشی نول کشور، لکھنؤ/ تذکرۃ العلماء، ص: ۲۰، مطبع: الطافی پریس نمبر ۳۳، بنیاپوکھر روڈ، کلکتہ۔

ایک دن آپ نے قاضی صاحب کی شرح کافیہ پر حاشیہ لکھ کر ان کی خدمت میں پیش کیا تو قاضی صاحب نے اسے دیکھ کر مسرت کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا:

علم قاضی بر سفینۂ عادل آمد"۔ یعنی قاضی کا علم عادل کی کاپی پر رونما ہوا۔

فراغت کے بعد اپنے استاذ کے جانشیں بنے اور ان کے طریقے پر درس وتدریس، تصنیف وتالیف اور افتا کا سلسلہ جاری رکھا اور قاضی شہاب الدین کے وصال کے بعد ان کے مدرسہ کے صدرالمدرسین اور جانشیں بنا دیے گئے اور تاحیات تدریسی خدمات انجام دیتے رہے۔ شارح ہدایہ شیخ الہ داد جون پوری آپ کے تلامذہ میں سے ہیں۔

۱۲ / ربیع الاول ۸۹۷ھ میں علامہ عبدالملک عادل اس دنیاے فانی سے رخصت ہو گئے اور جون پور میں اپنے آبائی قبرستان میں مدفون ہوئے۔[۱]

## (۶) شیخ قطب الدین ظفر آبادی:

شیخ سید قطب الدین بن ابو محمد سید نورالدین بن آفتاب ہند سید اسدالدین ظفر آبادی ۸۰۲ھ میں "ظفر آباد" میں پیدا ہوئے، حفظ قرآن کے بعد ابتدائی کتابیں اپنے والد شیخ نورالدین حنفی حسینی واسطی سے پڑھیں، اس زمانہ میں قاضی شہاب الدین دولت آبادی کی علمی وتدریسی شہرت کا آفتاب نصف النہار پر تھا اور دور دور سے تشنگان علم ان کے چشمۂ علم پر آ کر سیراب ہو رہے تھے، شیخ قطب الدین بھی قاضی صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے اور پھر کسی دوسری درس گاہ کا رخ نہیں کیا، بلکہ ان ہی کی خدمت میں رہ کر چار سال میں تمام کتب درسیہ اور علوم متداولہ کی تکمیل کی۔

آپ سادگی اور کم سخنی میں مشہور تھے، قاضی شہاب الدین دولت آبادی نے ان کی صلاحیت دیکھ کر کمال آرزومندی سے ان کی تعلیم وتربیت میں کوشش کی اور ان کی تعظیم وتوقیر میں کوئی کمی نہیں کی، دوسرے تلامذہ یہ دیکھ کر سخت متعجب ہوئے، بلکہ آپس میں

[۱] نزہۃ الخواطر وبہجۃ المسامع والنواظر، ج:۳، ص:۲۵۹، دار ابن حزم، بیروت، لبنان۔/ دیار پورب میں علم اور علما، ص:۲۰۷، البلاغ پبلی کیشنز، جامعہ نگر، نئی دہلی ۲۵۔ اور ان دونوں کتابوں کا ماخذ "تجلی نور" ہے۔

چہ می گوئیاں کرنے لگے، جب قاضی صاحب کو خبر لگی تو طلبہ سے فرمایا:

تم لوگوں کو کیا معلوم، یہ لڑکا صفات کمالات کا جامع اور علوم صوری ومعنوی سے آراستہ ہے، آگے چل کر سرآمد فضلاے دہر وزبدۂ کملاے وقت ہوگا، اس وقت اس کے کمالات کا آفتاب درخشاں نہیں ہے اور اسے خود معلوم نہیں کہ میں کیا ہوں اور کیا ہونے والا ہوں اور اس کی تھیلی میں ٹھیکری ہے یا لعل شب چراغ ہے۔

آخر یہی ہوا اور چار سال گزرتے گزرتے تمام علوم وفنون میں درجۂ کمال کو پہنچ کر قاضی صاحب کے ممتاز شاگردوں میں شمار ہوئے۔ اس کے بعد اپنے والد سے طریقت حاصل کی، پھر حج وزیارت سے مشرف ہوئے۔

شیخ قطب الدین نہایت متواضع، خوش اخلاق اور عابد وزاہد عالم وبزرگ تھے، ان کی ذات سے بہت سے بندگان خدا کو فیض ملا۔ ۲۰/ جمادی الآخرہ ۸۶۹ھ میں ظفرآباد میں وفات ہوئی اور وہیں مدفون ہوئے۔[۱]

## (۷) شیخ علاؤالدین جون پوری:

شیخ علاؤالدین جون پوری، سلاطین شرقیہ کے وزیر نواب عماد الملک عمری کے چھوٹے فرزند اور شیخ عبدالملک عادل کے برادر ہیں، عطاء الملک لقب ہے، جون پور کے مشاہیر علما اور اساتذہ میں شمار کیے جاتے ہیں۔

انھوں نے ایک مدت تک قاضی شہاب الدین دولت آبادی کی خدمت میں رہ کر مروجہ علوم وفنون کی تحصیل وتکمیل کی۔ قاضی صاحب نے ان کے لیے ''کافیہ لابن حاجب'' کی تفصیلی شرح لکھی اور خود انھیں اس کتاب کا درس دیا۔

تحصیل علم سے فراغت کے بعد تدریس وافتا اور تصنیف وتالیف کا مشغلہ اختیار کیا اور استاذ نے اپنے عزیز شاگرد کے لیے جو کتاب لکھی تھی اس پر عمدہ حاشیہ لکھ کر حق

---

[۱] نزہۃ الخواطر وبہجۃ المسامع والنواظر، ج:۳، ص:۲۶۶، دار ابن حزم، بیروت، لبنان۔/ دیار پورب میں علم اور علما، ص:۲۰۸، البلاغ پبلی کیشنز، جامعہ نگر، نئی دہلی ۲۵۔ ان دونوں کتابوں کا ماخذ ''تجلی نور'' ہے۔

شاگردی ادا کرنے کی کوشش کی۔ جون پور میں ان کا انتقال ہوا اور اپنے اسلاف کے مقبرہ میں مدفون ہوئے۔[۱]

## مولانا الٰہ داد جون پوری:

مولانا الٰہ داد، جون پور کے اعاظم علما و کبراے فقہا سے گزرے ہیں، مطالبِ علمیہ کی تحریر و تنقیح میں ید طولیٰ رکھتے تھے، انھوں نے علوم ظاہری، شیخ فاضل عبد اللہ تلبنی سے حاصل کیے۔ ہدایہ، بزدوی، قنیہ، مدارک اور کافیہ کی شرحیں تصنیف کیں اور حواشی ہندیہ پر حواشی لکھے۔

آپ ایک واسطہ سے قاضی شہاب الدین دولت آبادی کے شاگردوں میں آتے ہیں، آپ طریقت میں سید راجی حامد شاہ کے مرید تھے۔

کہتے ہیں کہ جب آپ کے یار ہمدم اور رفیق جانی شیخ حسن طاہر نے، سید راجی حامد شاہ سے بیعت کی تو آپ نے شیخ حسن سے فرمایا: سید حامد شاہ کے مرید ہو کر تم نے طالب علموں کی عزت برباد کر دی۔

انھوں نے کہا: اگر آپ بھی ان کی خدمت میں چلیں اور امتحان کریں، تو ہم کو معذور رکھیں۔ آپ دوسرے دن ہدایہ اور بزودی سے چند مشکل مسائل اپنے ذہن میں محفوظ کر کے شیخ حسن کے ساتھ ان کی خدمت میں پہنچے۔ سید راجی حامد شاہ نے حسب عادت خود اپنے حال کی سرگزشت اس ڈھنگ سے بیان کی کہ مولانا الٰہ داد کے جس قدر اشکال تھے سب رفع ہو گئے؛ اس لیے آپ اسی وقت ان کے مرید ہو کر ریاضت و مجاہدہ میں مشغول ہو گئے۔ ۹۲۳ھ میں آپ کی وفات ہوئی اور "شاہنشاہ دوراں" سال وفات ہے۔[۲]

---

[۱] نزہۃ الخواطر و بہجۃ المسامع والنواظر، ج: ۳، ص: ۲۶۰، دار ابن حزم، بیروت، لبنان۔/ دیار پورب میں علم اور علما، ص: ۲۰۹، البلاغ پبلی کیشنز، جامعہ نگر، نئی دہلی ۲۵۔ ان دونوں کتابوں کا ماخذ "تجلی نور" ہے۔

[۲] حدائق الحنفیہ، ص: ۳۸۸، ۳۸۹، ملخصا، ادبی دنیا، مٹیا محل، دہلی ۶۔

## قاضی سماؤالدین جون پوری:

قاضی سماؤالدین جون پوری اپنے زمانہ میں سب سے بڑے عالم تھے، انھوں نے قاضی شہاب الدین دولت آبادی کے تلامذہ سے مروجہ علوم وفنون کی تحصیل کی تھی۔

سلطان حسین شرقی نے آپ سے علم حاصل کیا، پھر اپنا وزیر بنایا اور "قتلغ خان" کا لقب دیا۔ ۸۸۳ھ میں جب سلطان حسین شاہ اور سلطان بہلول لودھی میں مقابلہ ہوا تو قاضی سماؤالدین جون پوری، سلطان حسین شرقی کے ہمراہ تھے، سلطان بہلول لودھی نے انھیں گرفتار کر کے دہلی میں قید کر دیا، ۸۹۴ھ تک وہ زندہ رہے۔[۱]

## قاضی صاحب کے اولاد واحفاد:

قاضی شہاب الدین دولت آبادی کے اولاد نرینہ کے بارے میں کوئی تفصیل نہیں ملتی ہے، ہاں! ان کی ایک صاحبزادی کا ذکر ملتا ہے، جن کا نکاح انھوں نے شیخ نصیرالدین بن شیخ نظام الدین غزنوی سے کیا تھا۔ اس کا ذکر مولوی رحمان علی نے اپنی کتاب "تذکرۂ علماے ہند" میں اس طرح کیا ہے:

"قاضی دخترے داشت او را بشیخ نصیرالدین بن نظام الدین منکوح فرمود، از وسہ پسر بوجود آمدند، صفی الدین، فخرالدین، رضی الدین، وہر یکے بخدمت قاضی شہاب الدین جد مادری خود باکتساب علوم متداولہ دانش مند متبحر شدند۔"[۲]

ترجمہ: قاضی شہاب الدین صاحب کی ایک صاحبزادی تھیں جن کا نکاح انھوں نے شیخ نصیرالدین بن شیخ نظام الدین سے کیا تھا۔ ان کے بطن سے تین فرزند پیدا ہوئے: (۱) صفی الدین۔ (۲) فخرالدین۔ (۳) رضی الدین۔

ان میں سے ہر ایک نے اپنے نانا قاضی شہاب الدین کی خدمت میں علوم مروجہ کی تعلیم حاصل کی اور سب زبردست عالم اور دانش ور ہوئے۔

---

[۱] نزہۃ الخواطر وبہجۃ المسامع والنواظر، ج:۳، ص:۲۵۳، دار ابن حزم، بیروت، لبنان۔

[۲] تذکرۂ علماے ہند، ص:۹۶، مطبع: منشی نول کشور، لکھنؤ۔

## قاضی صاحب کی تصنیفات وتالیفات:

ملک العلماء،قاضی شہاب الدین دولت آبادی کی تدریسی خدمات کے ساتھ ان کی تحریری خدمات کا دائرہ بھی بہت وسیع ہے،ان کی تصنیفات وتالیفات کا ذکر تقریبا تمام تذکرہ نگاروں نے کیا ہے۔انھوں نے مختلف علوم وفنون میں ایسی معیاری کتابیں تصنیف فرمائی ہیں جو اپنی مثال آپ ہیں۔آپ کی تصنیفات کا ذکر کرتے ہوئے مولانا خیرالدین محمد جون پوری لکھتے ہیں:

"قاضی صاحب را تصانیف کثیر است ،حسب الحکم تصانیف اورا بخوش ترین خطوط می نویسانیدند و بسلاطین ایران وتوران وروم وشام بطرز ارمغان می فرستادند، واکثرہا درجایزۂ تالیفات اورابزر ونقرہ سنجیدند و بخادمانش گذرانیدند"۔[۱]

ترجمہ: قاضی شہاب الدین صاحب کی تصانیف بہت ہیں،ان کے حکم سے تلامذہ ان کی تصانیف کو نہایت عمدہ خط میں تحریر کر کے ایران وتوران اور روم وشام کے بادشاہوں کی خدمت میں تحفۃً بھیجا کرتے تھے،ان میں اکثر سلاطین بطور انعام واکرام ان کتابوں کو سونے چاندی سے تول کر اپنے خادموں کے ذریعہ قاضی صاحب کی خدمت میں پیش کرتے تھے۔

سید غلام علی آزاد بلگرامی "سبحۃ المرجان" میں اس طرح رقم طراز ہیں:

"وألف كتبا سارت بها ركبان العرب والعجم ، وأزكى سراجا أهد ى من النار الموقدة على العلَم.[۲]

ترجمہ:اور مختلف علوم وفنون میں ایسی کتابیں لکھیں جنھیں عرب وعجم کے علمی قافلے اپنے ساتھ لے گئے،اور علم وفضل کا ایسا چراغ روشن کیا جو پہاڑ پر جلائی گئی آگ سے زیادہ راہنما ہے۔

---

[۱] تذکرۃ العلماء،ص:۱۴،مطبع الطافی پریس نمبر ۳۳،بنیاپوکھر روڈ،کلکتہ۔

[۲] سبحۃ المرجان فی آثار ہندوستان،ص:۹۶،ملخصاً،معہد الدراسات الاسلامیۃ،جامعۃ علی کرہ الاسلامیۃ،علی کرہ۔

آپ کی جن تصنیفات وتالیفات کے بارے میں معلوم ہوسکا ہے وہ درج ذیل ہیں:
(۱) الارشاد فی النحو ۔(۲) المعافیۃ فی شرح الکافیہ۔(۳) البحرا لمواج۔(۴) شرح اصول بزدوی۔(۵) شرح قصیدہ بانت سعاد۔(۶) شرح قصیدۂ بردہ۔(۷) رسالہ در تقسیم علوم۔(۸) رسالہ افضلیت عالم برسید۔(۹) مناقب السادات۔(۱۰) ہدایۃ السعدا (۱۱) بدیع البیان/بدیع المیز ان۔(۱۲) جامع الصنائع۔(۱۳) رسالہ درطہارت زباد۔ (۱۴) عقیدۂ شہابیہ۔(۱۵) فتاویٰ ابراہیم شاہی۔(۱۶) ایک کتاب تفسیر میں۔(۱۷) رسالۂ معارضہ۔(۱۸) المصباح۔(۱۹) اسباب الفقر والغنیٰ۔(۲۰) اصول ابراہیم شاہی۔

اب ہم ان کتابوں کا مختصر تعارف پیش کرتے ہیں جس سے ان کی اہمیت و افادیت کا کچھ اندازہ ہو سکے گا۔

## (۱) الارشاد فی النحو:

یہ علم نحو کا بہت عمدہ متن ہے،اس کی زبان عربی ہے،اس میں ہر مسئلہ کی تعریف کے ضمن میں اس کی مثال کا بھی التزام کیا گیا ہے۔اس کتاب سے متعلق سید غلام علی آزاد بلگرامی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

"و"الإرشاد"وهو متن في النحو ، التزم فيه تمثيل المسئلة في ضمن تعر يفها".[۱]

ترجمہ:"ارشاد" علم نحو کا متن ہے،اس میں مصنف نے ہر مسئلہ کی تعریف کے ضمن میں اس کی مثال کا التزام کیا ہے۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی اس کتاب کے بارے میں فرماتے ہیں:

"وارشاد درنحو،کہ دروے تمثیل درضمن تعبیر التزام نمودہ وترتیب جدید اختیار فرمودہ است نیز متنے است لطیف ومتین و بےنظیر وقرین"۔[۲]

[۱] سبحۃ المرجان فی آثار ہندوستان،ص:۹۶،معہد الدراسات الاسلامیۃ، جامعۃ علی کرہ الاسلامیۃ،علی کرہ،الہند۔
[۲] اخبارالاخیار فی اسرارالابرار،ص:۱۷۵،ملخصا،مطبع:مجتبائی،دہلی،۱۳۰۹ھ۔

ترجمہ: علم نحو میں ایک کتاب "ارشاد" ہے جس میں تعریف کے ضمن میں مثال کا التزام کیا اور جدید ترتیب اختیار فرمائی ہے، یہ کتاب ایک عمدہ مستند اور بے مثال و بے نظیر متن ہے۔

اس کتاب کی اہمیت وافادیت کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ جب مخدوم سید اشرف جہاں گیر سمنانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کتاب کو دیکھا تو بہت پسند کیا اور فرمایا:

"ایں کہ می گویند کہ سحر از ہندوستان راست آمدہ، غالبا ایں راست سحر بودہ"۔[۱]

ترجمہ: یہ بات جو لوگ کہتے ہیں کہ جادو ہندستان سے نکلا ہے، وہ جادو غالبا یہی کتاب ہے۔

## (۲) المعافیۃ فی شرح الکافیہ:

یہ علامہ ابن حاجب کی مشہور زمانہ کتاب "کافیہ" کی نہایت مفید شرح ہے، اس کی زبان عربی ہے، اسے قاضی صاحب نے اپنے عزیز ترین شاگرد مولانا علاء الدین عمری جون پوری کے لیے تحریر فرمایا تھا اور انھیں اس کتاب کا درس بھی دیا تھا۔ یہ کتاب "شرحِ کافیہ، حواشی کافیہ، شرحِ ہندی اور حاشیۂ ہندیہ" کے نام سے بھی مشہور ہے۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں:

"از تصنیفاتِ او یکے "حواشی کافیہ" است کہ در لطافت ومتانت بے عدیل واقع شدہ وہم در حالتِ حیاتِ او مشہورِ عالم گشتہ"۔[۲]

ترجمہ: ان کی تصنیفات میں ایک کتاب "حواشی کافیہ" ہے جو لطافت ومتانت میں بے مثال ہے، یہ کتاب ان کی زندگی ہی میں دنیا میں مشہور ہوگئی۔

اس کتاب کے بارے میں سید غلام علی آزاد بلگرامی فرماتے ہیں:

"والحواشي على كافية النحو ، وهي أشهر تصانيفه".[۳]

---

[۱] لطائف اشرفی فی بیان طوائف صوفی، ج:۲، ص:۱۰۶، مکتبہ سمنانی ۱۷/ ۱۴، فردوس کالونی، کراچی۔

[۲] اخبار الاخیار فی اسرار الابرار، ص:۱۷۵، مطبع: مجتبائی، دہلی، ۱۳۰۹ھ۔

[۳] سبحۃ المرجان فی آثار ہندوستان، ص:۹۶، معہد الدراسات الاسلامیۃ، جامعۃ علی کرہ الاسلامیۃ، علی کرہ، الہند۔

ترجمہ: فن نحو میں ”حواشی کافیہ“ ان کی سب سے مشہور تصنیف ہے۔
مولانا خیر الدین محمد جون پوری لکھتے ہیں: ”واز تصنیفات وے شرح کافیہ است کہ بحاشیۂ ہندیہ شہرت دارد“۔[۱]
ترجمہ: اور قاضی شہاب الدین دولت آبادی کی تصنیفات میں ایک کتاب شرحِ کافیہ ہے جو ”حاشیہ ہندیہ“ کے نام سے مشہور ہے۔

## (۳) البحر المواج والسراج الوہاج فی تفسیر القرآن:

یہ کتاب فارسی زبان میں قرآن پاک کی مفصل تفسیر ہے، ہدیۃ العارفین میں اس کا پورا نام ”البحر المواج والسراج الوهاج في تفسير القرآن“ درج ہے۔[۲]
اس میں فصل در فصل ترکیب ومعنیٰ کا بیان ہے، کسی وجہ سے اس کی تہذیب وتنقیح نہیں ہوسکی تھی؛ اس لیے اس میں حشو و زوائد رہ گئے ہیں، اس کی تہذیب وتنقیح کی ضرورت ہے، مگر المیہ یہ ہے کہ اس کا مکمل نسخہ دستیاب نہیں ہے۔
غوث العالم مخدوم سید اشرف جہاں گیر سمنانی نے اسے دیکھ کر فرمایا تھا:
”سخن خالی از اطالتے نیست“۔[۳] کلام حشو وزوائد سے خالی نہیں ہے۔
شیخ عبد الحق محدث دہلوی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:
”بحر مواج تفسیر قرآن مجید کردہ بعبارت فارسی، در وے بیان ترکیب ومعنی فصل در فصل دادہ است، ودریں جا نیز از براے سجع تکلف کردہ است، قابل اختصار وتنقیح وتہذیب است“۔[۴]
ترجمہ: ”بحر مواج“ قرآن مجید کی فارسی زبان میں تفسیر لکھی ہے، اس میں فصل در فصل ترکیب ومعنیٰ کا بیان کیا ہے، اور اس میں بھی کوشش کر کے مسجع عبارتیں تحریر کی ہیں،

---

[۱] تذکرۃ العلماء، ص:۱۵، مطبع: الطافی پریس نمبر ۳۳، بنیاپوکھر روڈ، کلکتہ۔
[۲] ہدیۃ العارفین اسماء المؤلفین وآثار المصنفین، باب الالف، ج:۱، ص:۶۷، المکتبۃ الشاملۃ۔
[۳] لطائف اشرفی فی بیان طوائف صوفی، ج:۲، ص:۱۰۶، مکتبہ سمنانی، ۱۴/۱۷، فردوس کالونی، پاکستان۔
[۴] اخبار الاخیار فی اسرار الابرار، ص:۱۷۵، مطبع: مجتبائی، دہلی، ۱۳۰۹ھ۔

یہ کتاب اختصار اور تہذیب و تنقیح کے لائق ہے۔

اس تفسیر کے تعلق سے مفتی غلام سرور لاہوری لکھتے ہیں:

"چہارم بحر مواج تفسیر قرآن کہ بعبارت فارسی نہایت مقبول"۔[۱] چوتھی کتاب قرآن کی تفسیر "بحر مواج" ہے جو فارسی زبان میں بہت مقبول ہے۔

## (۴) شرح اصول بزدوی تا بحث امر:

اصول فقہ میں فخر الاسلام علی بن محمد بزدوی حنفی (متوفی:۴۸۲ھ) کی ایک کتاب "الأصول في الفقه" انتہائی مشہور اور جامع کتاب ہے، مگر الفاظ و عبارات میں اجمال و ابہام کی وجہ سے بہت مشکل ہے؛ اس لیے بہت سے علما و فقہا نے اس کی شرحیں لکھی ہیں۔ قاضی شہاب الدین صاحب نے بھی اپنے تلمیذ رشید شیخ محمد عیسیٰ بن شیخ احمد عیسیٰ جون پوری کے لیے اس کی ایک شرح لکھی ہے جو بحث امر تک ہے۔

شیخ عبد الحق محدث دہلوی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

"و بر اصول بزدوی تا بحث امر نیز شرحے نوشتہ"۔ اور اصول بزدوی پر بحث امر تک ایک شرح بھی لکھی ہے۔[۲]

"اخبار الاخیار" میں قاضی صاحب کے شاگرد شیخ محمد عیسیٰ کے حالات میں ہے:

"و شرح اصول بزدوی کہ قاضی تا بحث امر دارد بتقریب او نوشتہ است"۔[۳]

ترجمہ: اور شرح اصول بزدوی جو قاضی شہاب الدین دولت آبادی کی بحث امر تک ہے، ان ہی (شیخ محمد عیسیٰ) کے لیے لکھی ہے۔

## (۵) شرح قصیدۂ بانت سعاد:

قصیدۂ بانت سعاد وہ مشہور و معروف قصیدہ ہے جسے حضرت کعب بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں پیش کیا تھا اور سرکار علیہ الصلاۃ والسلام نے

---

[۱] خزینۃ الاصفیاء، ج:۱،ص:۳۹۰، ۳۹۱، مطبع: منشی نول کشور، کان پور۔

[۲] اخبار الاخیار فی اسرار الابرار،ص:۱۷۵، مطبع: مجتبائی، دہلی، ۱۳۰۹ھ۔

[۳] اخبار الاخیار فی اسرار الابرار،ص:۱۷۵، مطبع: مجتبائی، دہلی، ۱۳۰۹ھ۔

خوش ہوکر انھیں اپنی ردائے مبارک عطا فرمائی تھی۔

قاضی شہاب الدین دولت آبادی نے اس قصیدہ کی بڑی تفصیلی شرح لکھی ہے جس میں ہر شعر سے متعلق نحو، صرف، معانی، بیان، بدیع، عروض اور لغت وغیرہ پر بھرپور روشنی ڈالی ہے۔ اس کا نام "مصدق الفضل" ہے۔ یہ شرح ۱۴۲۴ھ/ ۲۰۰۳ء میں مجلس برکات، جامعہ اشرفیہ، مبارک پور، اعظم گڑھ سے بھی شائع ہوچکی ہے۔

## (۶) شرح قصیدۂ بردہ:

حضرت شیخ شرف الدین بوصیری علیہ الرحمہ کا قصیدۂ بردہ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں مقبول اور علما وصلحا کے مابین بہت مشہور ہے۔ قاضی شہاب الدین دولت آبادی نے اس کی بھی ایک شرح لکھی ہے۔ اس کا ذکر سید اقبال احمد جون پوری نے اپنی کتاب "تاریخ سلاطین شرقی اور صوفیۂ جون پور" میں کیا ہے۔[۱]

## (۷) رسالہ در تقسیم علوم:

یہ رسالہ فارسی زبان میں ہے۔ نام سے ظاہر ہوتا ہے کہ میر سید شریف جرجانی کی کتاب "تعریفات" کے طرز پر کوئی کتاب ہوگی، جس میں علوم وفنون کی تعریف اور تقسیم کا بیان ہوگا۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے اجمالا اس کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے:

"ورسالہ دارد در تقسیم علوم"۔[۲] اور تقسیم علوم میں ایک رسالہ لکھا ہے۔

مولوی رحمان علی نے آپ کی تصنیفات کے بیان اس طرح لکھا ہے:

"ورسالہ در تقسیم علوم بعبارت فارسی"۔[۳] اور تقسیم علوم میں ایک رسالہ فارسی زبان میں تصنیف فرمایا ہے۔

دیگر کتابوں میں بھی اس کا ذکر ہے، لیکن کسی میں اس کی تفصیل نظر نہیں آئی۔

---

[۱] تاریخ سلاطین شرقی اور صوفیہ جون پور، ج:۱، ص:۸۷۴، شیراز ہند پبلشنگ ہاؤس، محلہ رضوی خان، جون پور۔

[۲] اخبار الاخیار فی اسرار الابرار، ص:۱۷۵، مطبع: مجتبائی، دہلی، ۱۳۰۹ھ۔

[۳] تذکرۂ علماے ہند، ص:۸۸، مطبع: منشی نول کشور، لکھنؤ۔

## (۸) رسالہ افضلیت عالم بر سید:

سلطان ابراہیم شاہ شرقی کی علمی مجلسوں میں نشست گاہ کی تقدیم وتاخیر کے سلسلے میں ایک مرتبہ قاضی شہاب الدین دولت آبادی اور صدر جہاں حضرت سید اجمل جون پوری کے درمیان اختلاف ہو گیا۔

قاضی صاحب نے کہا: میرا عالم ہونا ثابت ومعلوم ہے اور تمھارا علوی ہونا مشکوک ہے؛ لہٰذا تم پر میری فضیلت اور برتری ثابت ہے، پھر اس تعلق سے ایک رسالہ لکھا جس کا نام ”رسالہ افضلیت عالم بر سید“ ہوا۔

بعد میں اپنے استاذ یا رحمت عالم ﷺ کی رضا کے لیے اس خیال سے رجوع کرتے ہوئے اس رسالہ کو دریا برد کر دیا اور سادات کی فضیلت سے متعلق ایک کتاب ”مناقب السادات“ نام کی تصنیف فرمائی۔

اس کی تفصیل سید اقبال احمد جون پوری نے مولوی نور الدین زیدی کی کتاب ”تجلی نور“ کے حوالے سے اس طرح درج کی ہے:

”درزمان او سید عالی نسب اجمل نام از اکابر اولیاے وقت در جون پور بود، لیکن جمال نسبتش از حلیۂ علم وفضل عاطل، روزے قاضی را باوے در بعضے محافل ملوک در تقدیم وتاخیر مجلس نزاعے بوقوع آمد وقاضی فرمود کہ عالمیت ما مشخص ومتیقن است وعلویت شا مشکوک، پس مارا تقدیم وترجیح بر شما باید، ازیں سبب کتابے در ذکر فضیلت علما بر سادات تصنیف کرد ودر آں کتاب نوشت کہ فضیلت علما بسبب علم ہست کہ در عالم اظہر من الشمس وعلویت سادات موہوم کہ اثبات آں بسیار مشکل۔

بعد ازاں حضرت سرور کائنات ﷺ را در خواب دیدند کہ بوے عتاب فرمودند وبطلب استرضاے سید اجمل کہ یکے از کملاے زمانہ بودند تحریض کردند۔

علی الصباح قاضی چوں از خواب برخاست از کردۂ خود پشیماں شدہ کتاب را کہ تصنیف کردہ بود در دریا انداخت و پا برہنہ پیش سید اجمل آمدہ زبان معذرت کشاد وتوبہ

کردؔ۔[۱]

ترجمہ: قاضی صاحب کے دَور میں اجمل نام کے ایک عالی نسب سید تھے جو جون پور میں اس وقت کے اکابر اولیا میں تھے ،لیکن اس شرف وبزرگی کے باوجود علوم ظاہری میں ان کا وہ مقام نہیں تھا جو قاضی صاحب کا تھا، ایک روز قاضی شہاب الدین اور سید اجمل، شاہی مجلس میں آئے اور نشست کے لیے تقدیم وتاخیر میں بحث ہوگئی۔

قاضی صاحب نے کہا: ہمارا عالم ہونا ثابت ومتیقن ہے اور تمھارا علوی ہونا مشکوک ہے؛ لہذا تم پر ہماری فضیلت اور برتری ہونی چاہیے، اس وجہ سے سادات پر علما کی فضیلت کے بیان میں ایک رسالہ تصنیف فرمایا اور اس میں لکھا کہ علما کی فضیلت علم کے سبب سے ہے جو اظہر من الشّمس ہے اور سادات کی علویت موہوم ہے؛ کیوں کہ اس کا اثبات بہت مشکل ہے۔

اس کے بعد قاضی صاحب نے خواب دیکھا کہ سرور کائنات ﷺ اس کی وجہ سے ناراض ہیں اور سید اجمل کی رضا جوئی کا حکم فرما رہے ہیں جو اپنے زمانہ کے ولی تھے۔

قاضی صاحب صبح جب نیند سے بیدار ہوئے تو اپنے کیے پر بہت شرمندہ ہوئے اور اپنے تصنیف کردہ رسالہ کو دریا میں ڈال دیا اور ننگے پاوں سید اجمل صاحب کی خدمت میں حاضر ہوکر معذرت خواہ ہوئے اور اپنے اس عمل سے توبہ کی۔

## (۹) مناقب السادات:

یہ وہی کتاب ہے جو قاضی شہاب الدین دولت آبادی نے اپنے رسالہ "افضلیت عالم برسید" کے دریا برد کرنے کے بعد تصنیف فرمایا تھا۔ یہ کتاب فارسی زبان میں ہے۔ اس میں سادات کرام کے فضائل ومناقب اور ان کی محبت ومودت کا بیان ہے۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمہ اس کتاب کے بارے میں فرماتے ہیں:

"قاضی شہاب الدین رسالہ دارد مسمّی بمناقب السادات، درایں جادادِ عقیدت

[۱] تاریخ سلاطین شرقی اور صوفیۂ جون پور، ج:۱،ص:۱۰۳۱، ۱۰۳۲،شیراز ہند پبلشنگ ہاؤس، محلہ رضوی خان، جون پور۔

ومحبت باہل بیت نبوت سلام اللہ علیہم اجمعین دادہ، سرمایہ سعادت وموجب نجات وے در آخرت آں خواہد بود ان شاء اللہ تعالیٰ"۔[۱]

ترجمہ: قاضی شہاب الدین صاحب نے ایک رسالہ" مناقب السادات" نام کا تصنیف فرمایا ہے، اس میں اہل بیت نبوت سلام اللہ علیہم اجمعین کے ساتھ غایت درجہ عقیدت ومحبت کا بیان ہے، یہ رسالہ ان شاء اللہ قاضی صاحب کے لیے سعادت کا سرمایہ اور آخرت میں ان کی نجات کا ذریعہ ہوگا۔

مفتی غلام سرور لاہوری اس کتاب کے بارے میں اس طرح لکھتے ہیں:

"ونیز یک رسالہ دارد مسمی بمناقب السادات کہ در وے عقیدت ومحبت خود باہل بیت نبوت باحسن وجوہ بیان کردہ است"۔[۲]

ترجمہ:" مناقب السادات" نام کا ایک رسالہ بھی تصنیف فرمایا ہے جس میں اہل بیت نبوت کے ساتھ اپنی عقیدت ومحبت کا بہترین انداز میں اظہار کیا ہے۔

## (۱۰) ہدایۃ السعداء:

یہ کتاب فارسی میں ہے، اس میں غالباً وعظ ونصیحت اور اخلاقیات سے متعلق بیان ہے۔ اس کا تذکرہ" نزہۃ الخواطر" میں ہے۔[۳]

## (۱۱) بدیع البیان/ بدیع المیزان:

یہ کتاب علم بیان وبلاغت میں نہایت جامع اور بے مثال متن ہے، اس کی زبان عربی ہے اور اس زمانہ کے ذوق کے مطابق اس کی عبارتیں مسجع ومقفی ہیں۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

"بدیع البیان نیز متنے است، وعلم بلاغت دراں جامقید بسجع شدہ است"۔[۴]

---

[۱] اخبار الاخیار فی اسرار الابرار، ص:۱۷۶، مطبع: مجتبائی، دہلی، ۱۳۰۹ھ۔

[۲] خزینۃ الاصفیاء، ج:۱، ص:۳۹۱، مطبع: منشی نول کشور، کان پور۔

[۳] نزہۃ الخواطر وبہجۃ المسامع والنواظر، ج:۱، ص:۱۱۶، دار ابن حزم، بیروت، لبنان۔

[۴] اخبار الاخیار فی اسرار الابرار، ص:۱۷۵، مطبع: مجتبائی، دہلی، ۱۳۰۹ھ۔

ترجمہ: بدیع البیان بھی ایک متن ہے اور اس کتاب میں علم بلاغت کا بیان مسجع عبارت میں موجود ہے۔

مفتی غلام سرور لاہوری "خزینۃ الاصفیاء" میں لکھتے ہیں:

"سیوم بدیع البیان کہ در علم بلاغت لاثانی است"۔[۱]

ترجمہ: تیسری کتاب "بدیع البیان" ہے جو علم بلاغت میں بے مثال ہے۔

بعض کتابوں میں اس کا نام "بدیع المیز ان" بھی درج ہے، چنان چہ سید غلام علی آزاد بلگرامی نے اسے "بدیع المیز ان" کے نام سے ذکر کیا ہے اور اس کے بارے میں اس طرح لکھا ہے:

"بديع الميزان وهو متن في فن البلاغةبعبارات مسجعة".[۲]

ترجمہ: "بدیع المیز ان" مسجع عبارتوں میں فن بلاغت کی جامع کتاب ہے۔

شیخ اسماعیل بن محمد بغدادی نے "ہدیۃ العارفین" میں اس کتاب کا پورا نام اس طرح لکھا ہے: "بديع الميزان في البلاغة والبيان".[۳]

## (۱۲) جامع الصنائع:

اس کتاب میں بدائع وصنائع کا بیان ہے۔ اس کی زبان فارسی ہے۔ اسے دیکھ کر غوث العالم مخدوم سید اشرف جہاں گیر سمنانی علیہ الرحمہ نے فرمایا تھا:

"حضرت قاضی دریں فن ہم دست زدہ اند"۔[۴]

ترجمہ: قاضی صاحب اس فن میں بھی بازی لے گئے۔

مفتی غلام سرور لاہوری "خزینۃ الاصفیاء" میں لکھتے ہیں:

"ششم رسالہ در تقسیم صنائع، کہ ہر یک کتابے وے بعبارت عمدہ وخوش تر افتادہ

---

[۱] خزینۃ الاصفیاء، ج:۱، ص:۳۹۰، مطبع: منشی نول کشور، کان پور۔

[۲] سبحۃ المرجان فی آثار ہندوستان، ص:۹۶، معہد الدراسات الاسلامیۃ، جامعۃ علی کرہ الاسلامیۃ، علی کرہ، الہند۔

[۳] ہدیۃ العارفین اسماء المؤلفین وآثار المصنفین، باب الالف، ج:۱، ص:۶۷، المکتبۃ الشاملۃ۔

[۴] لطائف اشرفی فی بیان طوائف صوفی، ج:۲، ص:۱۰۶، مکتبہ سمنانی، ۱۴/ ۱۷، فردوس کالونی، پاکستان۔

است"۔[۱] ترجمہ: چھٹی کتاب "رسالہ در تقسیم صنائع" ہے۔ان کی ہر کتاب کی عبارت بہت عمدہ اور بہتر ہے۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: "ودر صنائع نیز رسالۂ فارسی دارد"۔[۲] اور علم صنائع میں بھی ایک رسالہ فارسی زبان میں لکھا ہے۔

## (۱۳) رسالہ در طہارت زباد:

اس رسالہ میں قاضی شہاب الدین دولت آبادی نے "زباد" کا پاک ہونا ثابت کیا ہے۔زباد، ایک قسم کی خوشبو ہے جو بلی سے حاصل کی جاتی ہے۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی، شیخ ابوالفتح جون پوری کے حالات میں لکھتے ہیں:

"اورا با قاضی شہاب الدین دراصول کلامیہ وفروع فقہیہ بحثہا بود خصوصا در زباد کہ از گربۂ مسکیں می چکد، شیخ آں را نجس می گفت، وقاضی بطہارت اومی رفت، وازاں چہ وے در بعضے رسائل کہ دریں مبحث تالیف کردہ نوشتہ است"۔[۳]

ترجمہ: شیخ ابوالفتح جون پوری اور قاضی شہاب الدین کے درمیان اصول کلامیہ اور فروع فقہیہ میں مباحثہ ہوا، خصوصا "زباد" کے سلسلے میں جو بلی کے جسم سے ٹپکتا ہے۔ شیخ ابوالفتح اسے نجس کہتے تھے اور قاضی صاحب اس کی طہارت کے قائل تھے، اور اسی وجہ سے انھوں نے ایک رسالہ میں جو اس موضوع پر لکھا ہے، اس مسئلہ کا ذکر کیا ہے۔

## (۱۴) عقیدۂ شہابیہ :

یہ کتاب کلام وعقائد میں ہے۔اس کا تذکرہ ملا محمد بن قاسم ہندوشاہ نے اپنی کتاب "تاریخ فرشتہ" میں ان الفاظ میں کیا ہے:

"ورسالہ "عقیدۂ شہابیہ" نیز از مؤلفات اوست"۔[۴]

---

[۱] خزینۃ الاصفیاء، ج:۱،ص:۳۹۱،مطبع منشی نول کشور، کان پور۔

[۲] اخبار الاخیار فی اسرار الابرار،ص:۱۷۵،مطبع: مجتبائی، دہلی،۱۳۰۹ھ۔

[۳] اخبار الاخیار فی اسرار الابرار،ص:۱۷۰،مطبع: مجتبائی، دہلی،۱۳۰۹ھ۔

[۴] تاریخ فرشتہ، ج:۲،ص:۳۰۶،مطبع: منشی نول کشور۔

ترجمہ: اور رسالہ "عقیدۂ شہابیہ" بھی ان کی تصانیف میں سے ہے۔
حکیم عبدالحئی رائے بریلوی نے بھی "نزہۃ الخواطر" میں اس رسالہ کا ذکر ان الفاظ میں کیا ہے: "ورسالة في العقيدة الإسلامية"۔[۱]

## (۱۵) فتاویٰ ابراہیم شاہی۔

قاضی شہاب الدین دولت آبادی نے اپنے قدر داں اور محسنِ علم وفن سلطان ابراہیم شاہ شرقی کے نام پر یہ کتاب عربی میں لکھی تھی، اس میں فقہی مسائل وفتاویٰ درج ہیں۔ اس کا ذکر "تذکرۂ علمائے ہند" میں ہے۔[۲]

## (۱۶) ایک کتاب تفسیر میں:

قرآن پاک کی آیت فَسُحْقًا لِّاَصْحٰبِ السَّعِيْرِ کی تفسیر میں ایک کتاب لکھی تھی، اس کا پتہ "کشف الظنون" کی اس عبارت سے چلتا ہے:

"العرف الوردي في نصرة"الشيخ الهندي"لمحمد بن إبراهيم الحلبي المعروف بابن الحنبلي المتوفى سنة إحدى وسبعين و تسع مائة.وهورسالة في الرد على عبد اللطيف المشهدي في رده على الشيخ شهاب الدين أحمد الهندي في تأليفه على قوله تعالى: فَسُحْقًا لِّاَصْحٰبِ السَّعِيْرِ.[۳]

ترجمہ: "العرف الوردي في نصرة الشيخ الهندي" نامی کتاب محمد بن ابراہیم حلبی المعروف بابن حنبلی (متوفیٰ: ۹۷۱ھ) کی تصنیف ہے، اس میں عبداللطیف مشہدی کا رد ہے، مشہدی نے قاضی شہاب الدین کی ایک کتاب کا رد لکھا تھا جسے انھوں نے آیت کریمہ فَسُحْقًا لِّاَصْحٰبِ السَّعِيْرِ" کی تفسیر میں لکھا تھا۔
قاضی اطہر مبارک پوری لکھتے ہیں: اس قول سے معلوم ہوتا ہے کہ قاضی صاحب

[۱] نزہۃ الخواطر وبہجۃ المسامع والنواظر، ج:۳، ص:۲۳۳، دار ابن حزم، بیروت، لبنان۔
[۲] تذکرۂ علمائے ہند، ص:۸۸، مطبع: منشی نول کشور، لکھنؤ۔
[۳] کشف الظنون عن اسامی الکتب والفنون، ج:۲، ص:۱۱۳۲، دار الکتب العلمیۃ، بیروت۔

نے اس آیت کی تفسیر میں کوئی کتاب لکھی تھی، جس کا رد عبد اللطیف مشہدی نے لکھا، اور مشہدی کے رد اور قاضی صاحب کی تائید میں شیخ محمد بن ابراہیم حلبی نے کتاب لکھی۔

اس سے اندازہ ہوسکتا ہے کہ قاضی صاحب کی تصانیف عالم اسلام میں کس درجہ مقبول و متداول تھیں۔ اور ان کی بعض کتابوں پر علمائے اسلام میں جواب اور جواب الجواب کا سلسلہ چلتا تھا اور اس میں مستقل کتابیں لکھی جاتی تھیں"۔[۱]

## (۱۷) رسالۂ معارضہ:

اس کا ذکر سید اقبال احمد، جون پوری نے اپنی کتاب "تاریخ سلاطین شرقی اور صوفیہ جون پور" میں قاضی شہاب الدین صاحب کی تصنیفات میں کیا ہے۔[۲]

## (۲۵) المصباح:

اس کتاب کا ذکر ملا محمد قاسم ہندو شاہ نے اپنی کتاب "تاریخ فرشتہ" میں کیا ہے، مگر اس میں اس بات کا کوئی ذکر نہیں ہے کہ یہ کتاب کس فن اور کس زبان میں ہے۔[۳]

## (۱۹) اسباب الفقر والغنیٰ:

اس کا ذکر "کشف الظنون" میں اس طرح ہے: أسباب الفقر والغنى لمولانا أحمد بن أبي القاسم الدولة آبادي.[۴]

اور "ہدیۃ العارفین" میں قاضی شہاب الدین دولت آبادی کی تصنیفات کے ذکر میں اس کتاب کا بھی نام درج ہے۔[۵]

## (۲۰) اصول ابراہیم شاہی:

اس کتاب کا ذکر ڈاکٹر ارشد محمود ناشاد نے شمس العلماء محمد حسین آزاد کی کتاب

---

[۱] دیار پورب میں علم اور علما، ص: ۲۲۷، البلاغ پبلی کیشنز، جامعہ نگر، نئی دہلی ۲۵۔

[۲] تاریخ سلاطین شرقی اور صوفیۂ جون پور، ج:۱، ص: ۸۷۴، شیراز ہند پبلشنگ ہاؤس، محلہ رضوی خان، جون پور۔

[۳] تاریخ فرشتہ، جلد دوم، ص: ۳۰۶، مطبع: منشی نول کشور۔

[۴] کشف الظنون عن اسامی الکتب والفنون، ج: ۱، ص: ۱، دار الکتب العلمیۃ، بیروت۔

[۵] ہدیۃ العارفین اسماء المؤلفین وآثار المصنفین، باب الالف، ج:۱، ص: ٦٧، المکتبۃ الشاملۃ۔

"تذکرۂ علما" کے حاشیہ میں کیا ہے، لیکن اس سے متعلق کوئی تفصیل درج نہیں کی ہے۔[۱]

## قاضی صاحب کا سفر آخرت:

قاضی شہاب الدین دولت آبادی نے درس وتدریس، ارشاد وافتا اور تصنیف وتالیف کے ذریعہ پوری زندگی علوم اسلامیہ کی خدمت میں بسر کی۔ دہلی، کالپی اور جون پور ہر جگہ ان کا علمی وروحانی فیض جاری رہا، مگر جون پور میں ان کی زندگی کا تقریباً چالیس سالہ تعلیمی وتدریسی زمانہ ان کی حیات کا حاصل ہے، ان کی زندگی کے حالات کا بیشتر حصہ اسی دیار سے تعلق رکھتا ہے۔

ان کی وفات ۲۵؍رجب ۸۴۸ھ یا ۸۴۹ھ [۲۷؍اکتوبر ۱۴۴۵ء] میں جون پور میں ہوئی، اور سلطان ابراہیم شاہ شرقی کی مسجد اور مدرسہ کے جنوب میں دفن کیے گئے۔ اللہ جل شانہ ان کی قبر پر رحمت وانوار کی بارش نازل فرمائے اور انھیں جنت الفردوس میں بہتر جگہ عطا فرمائے۔ آمین۔

شیخ اسماعیل بن محمد امین بغدادی ان کی وفات کا ذکر اس طرح کرتے ہیں:

"أحمد بن أبي القاسم عمر الزاولي شهاب الدين الدولةآبادي الهندي الحنفي توفي سنة 848 ثمان وأربعين وثمان مائة".[۲]

ترجمہ: شہاب الدین احمد بن ابو القاسم عمر زاولی، دولت آبادی، ہندی، حنفی کی وفات ۸۴۸ھ میں ہوئی۔

اور مولوی رحمان علی نے ان کی تاریخ وفات ان الفاظ میں درج کی ہے:

"تاریخ بست وپنجم رجب، سال ہشت صد وچہل ونہ ہجری رحلت فرمودہ بجون پور جانب جنوب مسجد سلطان ابراہیم کہ بنام مسجد اٹالہ شہرت دارد مدفون شد"۔[۳]

ترجمہ: ۲۵؍رجب، ۸۴۹ھ میں قاضی شہاب الدین دولت آبادی کی وفات ہوئی اور جون پور میں سلطان ابراہیم شرقی کی اٹالہ نامی مسجد کے جنوب میں مدفون ہوئے۔

[۱] تذکرۂ علما، حواشی وتعلیقات، ص: ۷۷، الفتح پبلی کیشنز، راول پنڈی۔
[۲] ہدیۃ العارفین اسماء المؤلفین وآثار المصنفین، باب الالف، ج: ۱، ص: ۶۷، المکتبۃ الشاملۃ۔
[۳] تذکرۂ علماے ہند، ص: ۸۹، مطبع: منشی نول کشور، لکھنؤ۔

# تعارف مولف

## ازقلم: حضرت مولانا عبدالرحمٰن نظامی مصباحی، استاذ جامعہ اشرفیہ، مبارک پور

### نام ونسب:

آپ کا نام: ساجد علی ہے اور دارالعلوم اہل سنت اشرفیہ مصباح العلوم، مبارک پور، ضلع اعظم گڑھ سے فارغ التحصیل ہونے کی نسبت سے اپنے نام کے ساتھ "مصباحی" لکھتے ہیں۔ سلسلۂ نسب یہ ہے: ساجد علی بن حاجی لیاقت علی بن منگرو بن عظیم اللہ بن سیف اللہ انصاری۔

### مولد ومسکن:

آپ کی ولادت صوبہ اتر پردیش کے ایک مردم خیز دیہات موضع: گنُیا، پوسٹ: مہندوپار، ضلع بستی (موجودہ ضلع: سنت کبیر نگر) میں ہوئی۔ تعلیمی اسناد اور دیگر تاریخی کاغذات کے مطابق آپ کی تاریخ پیدائش ۵ رشعبان المعظم ۱۳۹۹ھ/ یکم جولائی ۱۹۷۹ء ہے۔ آپ نے اپنے گاوں میں ہی والدین کے زیر سایہ پرورش پائی اور سن شعور کو پہنچے۔

### تعلیم وتربیت:

آپ نے اپنے وطن ہی کے ایک ادارہ" دارالعلوم اہل سنت عزیزیہ شمس العلوم" سے تحصیل علم کا آغاز کیا، قاعدہ بغدادی سے ناظرہ قرآن شریف اور ابتدائی فارسی کی کتابیں ماسٹر عبدالمصطفیٰ کمالی اور حضرت مولانا شرافت حسین سبحانی مصباحی علیہما الرحمہ سے پڑھیں۔

پھر دارالعلوم اہل سنت تنویرالاسلام، امرڈوبھا، بکھراباز ار، ضلع سنت کبیر نگر، یوپی

میں داخلہ لیا اور وہاں کے مختلف اساتذہ سے درجۂ ثانیہ تک تعلیم حاصل کی۔

اس کے بعد شوال ۱۴۱۳ھ/ اپریل ۱۹۹۳ء میں جامعہ امجدیہ رضویہ، گھوسی، ضلع مئو میں داخلہ لیا اور وہاں درجۂ ثالثہ سے درجۂ خامسہ تک مختلف اساتذہ سے اکتساب علم کیا۔

پھر مزید اعلیٰ تعلیم کے لیے برصغیر کی عظیم دینی درس گاہ جامعہ اشرفیہ، مبارک پور کا قصد کیا اور شوال ۱۴۱۶ھ/ مارچ ۱۹۹۶ء میں جامعہ اشرفیہ میں داخلہ لیا اور درجۂ سادسہ سے درجۂ فضیلت تک یہاں کے مشہور و باکمال اساتذہ سے تعلیم حاصل کی۔

## دستار فضیلت:

آپ نے تین سال تک مسلسل گلستان حافظ ملت سے خوشہ چینی کی اور یہاں کے اساتذۂ علم و فن کی درس گاہ فیض بار سے فیض یاب ہوتے ہوئے درس نظامی کے مقررہ نصاب کی تکمیل کی، جس کے نتیجہ میں یکم جمادی الاخریٰ ۱۴۱۹ھ/ ۲۳ ستمبر ۱۹۹۸ء میں عرس حافظ ملت کے موقع پر علما و مشائخ اہل سنت کے ہاتھوں دستار فضیلت سے نوازے گئے۔

## اساتذۂ کرام:

۱۔ ماسٹر عبد المصطفیٰ کمالی علیہ الرحمہ۔ ۲۔ حضرت مولانا شرافت حسین سبحانی مصباحی علیہ الرحمہ [ان حضرات سے آپ نے دار العلوم اہل سنت عزیزیہ شمس العلوم، مہندوپار، ضلع سنت کبیر، یوپی میں اکتساب علم کیا۔]

۳۔ مولانا محمد حنیف قادری علیہ الرحمہ۔ ۴۔ مولانا محمد محسن نظامی مصباحی۔ ۵۔ مولانا محمد عیسیٰ رضوی۔ ۶۔ مولانا امام علی قادری۔ ۷۔ مولانا شبیر احمد اشرفی۔ ۸۔ مولانا رحیم الدین نوری۔ ۹۔ مولانا قاری محمد ظہور۔ [ان حضرات سے آپ نے دار العلوم اہل سنت تنویر الاسلام، امرڈوبھا، ضلع سنت کبیر نگر میں تعلیم حاصل کی۔]

۱۰۔ مفتی حبیب اللہ خان نعیمی مصباحی۔ ۱۱۔ مولانا صدر الوریٰ قادری مصباحی۔

۱۲۔مولانا عبدالرحمٰن مصباحی ۔ ۱۳۔مولانا آل مصطفیٰ مصباحی ۔ ۱۴۔مولانا علاء المصطفیٰ قادری۔[ان حضرات سے آپ نے جامعہ امجدیہ رضویہ، گھوسی، ضلع مئو میں تعلیم حاصل کی]
۱۵۔محدث کبیر حضرت علامہ ضیاء المصطفیٰ قادری مصباحی ۔۱۶۔صدر العلماء حضرت علامہ محمد احمد مصباحی ۔۱۷۔حضرت علامہ عبدالشکور مصباحی ۔۱۸۔مفتی محمد نظام الدین رضوی مصباحی ۔۱۹۔مولانا اسرار احمد مصباحی ۔۲۰۔مولانا نصیر الدین مصباحی ۔ ۲۱۔مولانا اعجاز احمد مصباحی ۔ ۲۲۔مولانا عبدالحق رضوی مصباحی ۔ ۲۳۔مفتی بدر عالم مصباحی ۔ ۲۴۔مولانا شمس الہدیٰ مصباحی ۔ ۲۵۔مولانا نفیس احمد مصباحی ۔۲۶۔مولانا مقبول احمد سالک مصباحی ۔[ان حضرات سے آپ نے جامعہ اشرفیہ، مبارک پور میں اکتساب علم وفضل کیا۔]

## تعلیمی اسناد:

عربی فارسی بورڈ الٰہ آباد:

۱۔عالم: ۱۹۹۵ء۔ ۲۔فاضل دینیات: ۱۹۹۸ء۔ ۳۔فاضل ادب : ۲۰۰۰ء۔ ۴۔منشی: ۲۰۰۵ء۔ ۵۔فاضل طب: ۲۰۰۷ء۔

جامعہ اردو علی گڑھ:

۱۔ادیب ماہر: ۱۹۹۶ء۔ ۲۔ادیب کامل: ۱۹۹۷ء۔معلم اردو: ۱۹۹۸ء۔

جامعہ اشرفیہ مبارک پور:

۱۔عالمیت: ۱۴۱۷ھ/۱۹۹۶ء۔ ۲۔فضیلت: ۱۴۱۹ھ/۱۹۹۸ء۔تربیت تدریس: ۱۴۲۴ھ/۲۰۰۳ء۔

## بعض رفقائے درس:

۱۔مولانا دست گیر عالم مصباحی، استاذ جامعہ اشرفیہ، مبارک پور، اعظم گڑھ۔
۲۔مولانا شمس الحق مصباحی، جامعہ امام احمد رضا احسن البرکات، ساؤتھ افریقہ۔

۳۔مولانا محمد نظام الدین مصباحی،صدر المدرسین دار العلوم غوثیہ رضویہ، یوکے۔
۴۔مولانا خطیب عالم مصباحی، استاذ دار العلوم وارثیہ، گومتی نگر، لکھنؤ۔
۵۔مولانا عبد الصمد مصباحی، امرودھا، کان پور۔
۶۔مولانا دلشاد کلیم مصباحی، ساؤتھ افریقہ۔
۷۔مولانا محمد معراج مصباحی، استاذ جامعہ عربیہ اہل سنت مصباح العلوم، خلیل آباد۔
۸۔مولانا محب اللہ مصباحی۔
۹۔مولانا شمس الدین مصباحی۔
۱۰۔مولانا شمس رضا ، بریلی۔
۱۱۔مولانا برکت علی مصباحی، کولہوئی، بازار۔
۱۲۔مولانا سراج احمد مصباحی، استاذ جامعہ عربیہ اہل سنت مصباح العلوم، خلیل آباد۔

## تدریسی خدمات:

جامعہ اشرفیہ، مبارک پور، ضلع اعظم گڑھ سے فراغت کے بعد آپ نے تدریس وتربیت کے میدان میں قدم رکھا اور ۱۰؍شوال المکرم ۱۴۱۹ھ/ ۲۷؍جنوری ۱۹۹۹ء سے دار العلوم وارثیہ، وشال کھنڈ ۴، گومتی نگر، لکھنؤ میں بحیثیت مدرس درجات عالیہ تدریسی خدمات کا آغاز فرمایا۔ وہاں مختلف علوم وفنون کی کتابیں آپ کے زیر درس رہیں۔

آپ درس نظامی کی تعلیم وتفہیم میں کامل دست گاہ رکھتے ہیں اور درس وتدریس کے ساتھ تصنیف وتالیف آپ کی زندگی کا بہترین مشغلہ ہے۔

آپ دار العلوم وارثیہ میں تدریسی فرائض انجام دے رہے تھے کہ اسی دوران برصغیر میں اہل سنت وجماعت کی عظیم دینی درس گاہ جامعہ اشرفیہ، مبارک پور میں شعبۂ تربیت تدریس میں آپ کا انتخاب ہوا اور ۹؍شوال ۱۴۲۲ھ/ دسمبر ۲۰۰۱ء میں آپ جامعہ اشرفیہ، مبارک پور آ گئے اور پوری دل جمعی کے ساتھ طلبہ کی تعلیم وتربیت اور دیگر

فرائض کی انجام دہی میں مصروف ہو گئے۔

تربیت تدریس کا دوسالہ کورس مکمل ہوا تو جامعہ اشرفیہ کے ارباب حل عقد نے باضابطہ مدرس کی حیثیت سے آپ کو منتخب کرلیا اور مستقل مدرس کی حیثیت سے جامعہ اشرفیہ میں آپ کی تقرری ہوگئی۔

## درسی تقریر:

آپ کی درسی تقریر بہت واضح ، شستہ اور ضروری گوشوں کو محیط ہوتی ہے، درس کے دوران بہت سادہ اور عام فہم الفاظ استعمال کرتے ہیں اور مشکل الفاظ سے بہت پرہیز کرتے ہیں۔ آپ کی تقریر جامع اور مقصدیت سے لبریز ہوتی ہے؛ اس لیے طلبہ خوب مطمئن ہوتے ہیں۔ آپ ہمیشہ تقریر کے بعد عبارت پڑھ کر ترجمہ کرتے ہیں جس سے طلبہ کے لیے درس کا ذہن نشیں کرنا کافی آسان ہوتا ہے۔

آپ طلبہ کے اعتراضات واشکالات بہت اطمینان وسکون سے سنتے ہیں، پھر ان کے تشفی بخش جوابات مرحمت فرماتے ہیں۔

## بعض مشہور تلامذہ:

آپ کے تلامذہ کی بڑی لمبی فہرست ہے، میں موقع کی مناسبت سے صرف چند نام پیش کرنے پر اکتفا کرتا ہوں:

۱۔مولانا سید اکرام الحق مصباحی،صدر المدرسین دار العلوم محبوب سبحانی، کرلا، ممبئی۔
۲۔مولانا ظہیر عباس خان، استاذ دار العلوم وارثیہ، گومتی نگر، لکھنؤ۔
۳۔مولانا محمد عرب خان، استاذ دار العلوم حنفیہ امام احمد رضا، کلیان پور، لکھنؤ۔
۴۔مولانا محمد اشرف خان، استاذ جامعہ اشرفیہ، مبارک پور، اعظم گڑھ۔
۵۔مولانا عبداللہ مصباحی ازہری، استاذ جامعہ اشرفیہ، مبارک پور، اعظم گڑھ۔

۶۔مولانا رضوان دانش مصباحی، استاذ دارالعلوم منظر حق، ٹانڈہ، امبیڈکرنگر۔

۷۔مولانا مفتی عابد رضا مصباحی، استاذ مرکزی دارالقراءت، جمشید پور۔

۸۔مولانا مفتی محمد مزمل مصباحی، استاذ دارالعلوم انوارالقرآن، بلرام پور۔

۹۔مولانا محمد سرفراز عیدو مصباحی، ہالینڈ۔

۱۰۔مولانا محمد حسین مصباحی، انگلینڈ۔

۱۱۔مولانا عابد ایوب قادری مصباحی، ہالینڈ۔

۱۲۔مولانا مفتی محمد رضاء المصطفیٰ مصباحی برکاتی، استاذ انجمن اسلامیہ، پڑرونہ، کشی نگر۔

۱۳۔مولانا مفتی محمد نعیم اختر مصباحی، استاذ مدرسہ عزیزیہ مظہرالعلوم نچلول، مہراج گنج۔

۱۴۔مولانا مفتی عبدالقیوم مصباحی، استاذ الجامعۃ الغوثیہ غریب نواز، اندور، ایم پی۔

۱۵۔مولانا جنید احمد مصباحی، استاذ جامعہ اشرفیہ، مبارک پور، اعظم گڑھ۔

۱۶۔مولانا فیاض احمد مصباحی، استاذ مدرسہ انوارالعلوم، الٰہ آباد۔

۱۷۔راقم الحروف عبدالرحمن نظامی مصباحی، استاذ جامعہ اشرفیہ، مبارک پور، اعظم گڑھ۔

۱۸۔مولانا مفتی فیاض احمد برکاتی مصباحی، استاذ مدرسہ عزیزیہ مظہرالعلوم نچلول، مہراج گنج۔

۱۹۔مولانا اخلاق حسین مصباحی، دھرم سنگھوا بازار، سنت کبیر نگر۔

۲۰۔مولانا محمود الحسن مصباحی، دھرم سنگھوا بازار، سنت کبیر نگر۔

## بیعت وارادت:

حضرت مولانا ساجد علی مصباحی ۱۷؍ذی قعدہ ۱۴۳۰ھ/ ۶؍نومبر ۲۰۰۹ء بروز جمعہ مبارکہ جانشین حضور مفتی اعظم ہند تاج الشریعہ حضرت علامہ مفتی محمد اختر رضا خان ازہری قادری برکاتی دامت برکاتہم القدسیہ کے دست حق پرست پر بیعت ہوکر سلسلۂ عالیہ قادریہ برکاتیہ رضویہ میں شامل ہوئے۔

## حج وزیارت:

ایک عاشق رسول کی یہ خواہش ہوتی ہے کہ وہ جلد از جلد زیارت حرمین شریفین سے مشرف ہو اور حج جیسی عظیم عبادت سے بہرہ مند ہو، آپ پر اللہ جل شانہ کا کرم ہوا اور ۱۴۳۵ھ/ ۲۰۱۴ء میں آپ حج بیت اللہ اور زیارت روضۂ اقدس ومقامات مقدسہ مدینہ منورہ ومکہ مکرمہ سے سرفراز ہوئے۔

## اجازت وخلافت:

آپ کو جانشین محدث اعظم ہند، شیخ الاسلام حضرت علامہ محمد مدنی اشرفی جیلانی سے سلسلۂ عالیہ قادریہ چشتیہ کی اجازت وخلافت بھی حاصل ہے۔سند اجازت وخلافت میں ۲۶ رصفر المظفر ۱۴۳۸ھ/ ۲۶ رنومبر ۲۰۱۶ء کی تاریخ درج ہے۔

## تصنیفات وتالیفات:

حضرت مولانا ساجد علی مصباحی جہاں ایک باکمال مدرس ہیں وہیں ایک باکمال مصنف بھی ہیں، تحریری میدان میں آپ کا اشہب قلم مختلف موضوعات پر اپنا فن دکھاتا رہتا ہے۔اب تک آپ کے قلم سے ایک درجن سے زائد درسی وغیر درسی کتب ورسائل وحواشی اور مختلف موضوعات پر کئی درجن مقالات رقم ہو چکے ہیں۔

ان میں اکثر کتب ورسائل ومقالات مطبوعہ ہیں اور بعض ابھی زیر طبع ہیں۔ان کا اجمالی تذکرہ درج ذیل ہے:

## مطبوعہ کتب ورسائل:

(۱) قواعد النحو۔(۲) دراسۃ الصرف ۔(۳) مرضاۃ حل مرقاۃ۔(۴) حاشیۃ المدیح النبوی۔(۵) حاشیۂ میزان الصرف۔(۶) حاشیۂ منشعب۔(۷) مسئلۂ اقامت۔(۸) عظمت نماز۔(۹) عظمت زکات۔(۱۰) شادی اور طرز زندگی۔(۱۱) فرہنگ الفاظ

فارسی کی پہلی ۔(۱۲) فرہنگ الفاظ فارسی کی دوسری ۔ ۱۳۔ ملک العلماء قاضی شہاب الدین دولت آبادی، حیات وخدمات ۔[ جو اس وقت آپ کے ہاتھ میں ہے ۔]

## زیر ترتیب وطبع کتب ورسائل:

۱۔ تاریخ فقہ اسلامی ۔ ۲۔ خلیفۂ چہارم حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ۔ ۳۔ کامیاب زندگی کے رہنما اصول ۔ ۴۔ تعلیم کی اہمیت قرآن وحدیث کی روشنی میں ۔ ۵۔ ماضی کے تابندہ نقوش۔

## بعض مقالات:

(۱) الامام ابوحنیفہ وفقھہ ۔ عربی ۔(۲) وجوہ تکفیر العلماء الدیابنۃ ۔ عربی ۔(۳) کشف الحجاب عن مذہب ابن عبد الوہاب ۔ عربی ۔(۴) حافظ الملۃ وسفرہ المیمون الی الحرمین الشریفین ۔ عربی ۔(۵) نعتیہ شاعری اور اس کا مقام ومرتبہ ۔(۶) مفتی اعظم ہند کی کرامت وروحانیت ۔(۷) مذہب حنفی میں حدیث صحیح کا احترام اور معیار استدلال ۔ (۸) خلیفۂ امین ملت صدر العلماء حضرت علامہ محمد احمد مصباحی ۔(۹) صدر الافاضل جماعت اہل سنت کے بے مثال مناظر ۔(۱۰) رہنمائے اہل سنت حافظ ملت کی ذات ۔ (۱۱) حضرات حسنین کریمین رضی اللہ تعالیٰ عنہما ۔(۱۲) دہشت گردی اسلام کی نظر میں ۔ (۱۳) ضروریات دین اور ضروریات مذہب اہل سنت کی وضاحت ۔(۱۴) حافظ ملت اور از ہر ہند جامعہ اشرفیہ ۔(۱۵) حافظ ملت ایک ہمہ جہت شخصیت ۔(۱۶) تعلیم کی اہمیت قرآن وحدیث کی روشنی ۔(۱۷) عوام الناس میں وعظ ونصیحت کی نئی راہیں [ تقاریر کے حوالے سے ]۔

ان کے علاوہ آپ کے مطبوعہ وغیر مطبوعہ مقالات کی تعداد ایک درجن سے زائد ہے، جن میں بعض کا تذکرہ "دراسۃ الصرف" میں حالات محشی کے تحت درج ہے اور بعض کا تذکرہ "عظمت زکات" میں تقدیم وتعارف کے ضمن میں کیا گیا ہے۔

اسی طرح مجلس شرعی جامعہ اشرفیہ، مبارک پور کے سیمیناروں کے لیے لکھے گئے آپ کے فقہی و تحقیقی مقالات کی بھی ایک لمبی فہرست ہے۔

## اوصاف واخلاق:

حضرت مولانا ساجد علی مصباحی دوراندیش، وسیع النظر، مثبت اور تعمیری فکر ونظر کے حامل، مخلص اور بلند کردار عالم دین ہیں۔موصوف کی طبیعت میں سادگی، تواضع اور انکساری اس درجہ ہے کہ ظاہری سادگی سے باطنی سادگی کا بخوبی اندازہ ہوجاتا ہے۔ متانت وسنجیدگی توکوٹ کوٹ کر بھری ہوئی ہے۔عوام وخواص، اجنبی وشناسا ہر ایک کے ساتھ خندہ پیشانی سے پیش آنا موصوف کا وطیرہ ہے۔صوم وصلاۃ کے پابند اور زہد وتقویٰ میں سلف صالحین کی روش پر سختی سے کار بند ہیں۔اپنے طلبہ اور متعلقین کو بھی شریعت کا پابند بنانے اور صالحین کا متبع دیکھنے کے لیے بے تاب ومضطرب رہتے ہیں اور اس سلسلے میں اپنی بے پناہ کوششوں کا مظاہرہ بھی کرتے ہیں۔یہ وہ اوصاف اور کارنامے ہیں جن کی وجہ سے آپ اپنے ہم عصر علماے کرام میں ممتاز اور منفرد نظر آتے ہیں۔

اخیر میں ہم دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ حضرت موصوف کو نظر بد سے بچائے اور آپ کا سایہ تادیر قائم رکھے اور زیادہ سے زیادہ خدمت دین متین کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین بجاہ حبیبہ محمد صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وصحبہ اجمعین۔

## مآخذ و مراجع

[۱] لطائف اشرفی فی بیان طوائف صوفی ـــــــ شیخ العارفین حضرت مولانا نظام الدین غریب یمنی علیہ الرحمہ ـــــــ مکتبہ سمنانی، ۱۷/ ۱٤، فردوس کالونی، پاکستان.
[۲] انوار العیون فی اسرار المکنون ـــــــ شاہ عبد القدوس گنگوھی، متوفیٰ:۹٤۵ھ ـــــــ مطبع: گلزار محمدی ،لکھنؤ.
[۳] تاریخ فرشتہ ـــــــ ملا محمد قاسم ہندو شاہ ـــــــ مطبع : منشی نول کشور.
[٤] اخبار الاخیار فی اسرار الابرار ـــــ سند الکاملین شیخ عبد الحق محدث دھلوی علیہ الرحمہ ، متوفیٰ:۱۰۵۲ھ ـــــ مطبع: مجتبائی، دھلی، ۱۳۰۹ھ.
[۵] اخبار الاصفیاء ـــــ شیخ عبدالصمد انصاری ـــــ قلمی.
[٦] کشف الظنون عن اسامی الکتب والفنون ـــــ شیخ مصطفیٰ بن عبد اللہ کاتب چلپی ،متوفیٰ:۱۰٦۷ھ ـــــ دار احیاء التراث العربی، بیروت، لبنان.
[۷] تذکرۃ العلماء ـــــــ مولانا خیر الدین محمد جون پوری ـــــ مطبع: الطاف پریس نمبر ۳۳، بنیا پوکھر روڈ، کلکتہ.
[۸] تذکرۂ علمائے ہند ـــــ مولوی رحمان علی ـــــ مطبع: منشی نول کشور، لکھنؤ.
[۹] سبحۃ المرجان فی آثار ہندوستان ـــــ سید غلام علی آزاد بلگرامی،متوفیٰ:۱۲۰۰ھ ـــــــ معھد الدراسات الاسلامیہ، جامعہ علی کرہ الاسلامیہ، علی گڑھ.
[۱۰] مآثر الکرام ـــــ سید غلام علی آزاد بلگرامی، متوفیٰ:۱۲۰۰ھ ـــــ مطبع :مفید عام، آگرہ،۱۳۲۸ھ.

[۱۱] خزینۃ الاصفیاء ـــــ مفتی غلام سرور لاہوری ـــــ مطبع: منشی نول کشور، کان پور.
[۱۲] تذکرۂ علماء حواشی وتعلیقات ـــــ شمس العلماء محمد حسین آزاد ـــــ الفتح پبلی کیشنز، راولپنڈی.
[۱۳] حدائق الحنفیہ ـــــ مولوی فقیر محمد جہلمی ـــــ ادبی دنیا، مٹیا محل، دہلی ٦.
[۱٤] معجم البلدان ـــــ شیخ شہاب الدین ابو عبداللہ یاقوت حموی، متوفیٰ: ٦۲٦ھ ـــــ دار الفکر، بیروت، لبنان.
[۱٥] ہدیۃ العارفین اسماء المؤلفین وآثار المصنفین ـــــ شیخ اسمٰعیل بن محمد امین بغدادی، متوفیٰ:۱۳۹۹ھ ـــــ دار احیاء التراث العربی، بیروت، لبنان.
[٦۱] ابجد العلوم الوشی المرقوم فی بیان احوال العلوم ـــــ شیخ صدیق بن حسن قنوجی، متوفیٰ: ۱۳۰۷ ھ ـــــ دار ابن حزم، بیروت، لبنان.
[۱۷]نزہۃ الخواطر وبہجۃ المسامع والنواظر ـــــ حکیم عبدالحئی رائے بریلوی، متوفیٰ:۱۳٤۱ھ ـــــ دار ابن حزم، بیروت، لبنان.
[۱۸] دیار پورب میں علم اور علما ـــــ قاضی اطہر مبارک پوری ـــــ البلاغ پبلی کیشنز، جامعہ نگر، نئی دہلی ۲٥.
[۱۹] تاریخ سلاطین شرقی اور صوفیۂ جون پور ـــــ سید اقبال احمد جون پوری ـــــ شیراز ہند پبلشنگ ہاؤس، محلہ رضوی خان، جون پور.
[۲۰] تجلی نور ـــــ مولوی نورالدین زیدی ظفرآبادی ـــــ مطبع: جادو پریس، جون پور
[۲۱] http://manuscript.ac.ir/moreinfo-2976-pg-1.

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

# مضامین کی ایک جھلک

| مضامین | صفحہ نمبر |
| --- | --- |
| تفصیلات | ۲ |
| اظہار حقیقت | ۳ |
| ملک العلماء، قاضی شہاب الدین، دولت آبادی | ۵ |
| ملک العلما کا نام ونسب | ۵ |
| ملک العلماء کا آبائی کا وطن | ۸ |
| غزنوی، زاولی، ہندی اور دولت آبادی | ۱۰ |
| ولادت اور تعلیم وتربیت | ۱۰ |
| ملک العلماء کی علمی شان وشوکت | ۱۲ |
| استاذ گرامی علامہ عبد المقتدر دہلوی کے کلمات | ۱۲ |
| پیرومرشد سید اشرف جہاں گیر سمنانی کے کلمات | ۱۳ |
| برادر روحانی شیخ نظام الدین غریب یمنی کے کلمات | ۱۳ |
| خواجہ تاش شیخ واحدی کے کلمات | ۱۴ |
| شیخ عبد القدوس گنگوہی کا بیان | ۱۵ |
| شیخ عبد الحق محدث دہلوی کا بیان | ۱۵ |
| شیخ عبد الصمد انصاری کا بیان | ۱۵ |
| سید غلام علی آزاد بلگرامی کے بیان | ۱۶ |
| مفتی غلام سرور لاہوری کا بیان | ۱۷ |
| حکیم عبد الحئی رائے بریلوی کا بیان | ۱۷ |

| | |
|---|---|
| **ملک العلماء کے معروف ومشہور اساتذہ** | **۱۸** |
| [۱] قاضی عبدالمقتدر بن رکن الدین شریحی کندی | ۱۸ |
| [۲] مولانا خواجگی بن محمد حنفی، دہلوی | ۲۰ |
| **تعلیم وتدریس کا آغاز** | **۲۲** |
| دہلی سے کالپی کی طرف روانگی | ۲۲ |
| کالپی سے جون پور کا سفر | ۲۴ |
| جون پور کی طرف ارباب علم وفضل کا رجحان | ۲۶ |
| جون پور کی تعلیمی وتدریسی شان وشوکت | ۲۶ |
| قاضی شہاب الدین سے ابراہیم شاہ شرقی کی عقیدت | ۲۹ |
| ہم عصروں کے حسد کی ایک روایت | ۳۲ |
| قاضی صاحب کی بیماری میں سلطان کی جاں نثاری | ۳۲ |
| قاضی صاحب پر سلطان کی وفات کا اثر | ۳۳ |
| مخدوم سید اشرف جہاں گیر سمنانی سے پہلی ملاقات | ۳۵ |
| مخدوم سید اشرف جہاں گیر سمنانی سے دوسری ملاقات | ۳۸ |
| مخدوم صاحب سے قاضی صاحب کی عقیدت ومحبت | ۴۰ |
| مخدوم سید اشرف جہاں گیر سمنانی سے ارادت وخلافت | ۴۱ |
| ”الناس کلہم عبدلعبدی“ کا واقعہ | ۴۳ |
| ملک العلماء کا خطاب | ۴۷ |
| مخدوم صاحب اور قاضی صاحب کے باہمی مراسم وروابط | ۴۸ |
| **قاضی شہاب الدین کے معاصر علما ومشائخ** | **۵۱** |
| شیخ احمد عبدالحق ردولوی سے ملاقات | ۵۲ |
| قاضی نصیر الدین گنبدی سے ایک التماس | ۵۳ |

| | |
|---|---|
| قاضی نظام الدین کے ساتھ حسن سلوک | ۵۵ |
| شیخ ابوالفتح سے علمی وکلامی مباحثے | ۵۶ |
| مولانا فقیہ حیرتی سے ایک علمی مباحثہ | ۵۷ |
| سید اجمل صاحب سے مباحثہ اوران کا احترام | ۵۹ |
| خلاف شرع امور پر باز پرس | ۶۱ |
| شاہ مدار کا انکار، پھر اقرار | ۶۱ |
| شیخ رکن الدین سے ایک مسئلہ پر باز پرس | ۶۲ |
| کبیر ہندی پر سخت نکیر | ۶۴ |
| ملک العلماء کا ذوق شعر وشاعری | ۶۴ |
| **قاضی صاحب کے مشہور ومعروف تلامذہ** | **۶۶** |
| [۱] شیخ صفی الدین ردولوی | ۶۷ |
| [۲] شیخ قاضی رضی الدین ردولوی | ۶۸ |
| [۳] شیخ فخر الدین جون پوری | ۶۹ |
| [۴] شیخ محمد عیسیٰ جون پوری | ۷۰ |
| [۵] علامہ عبدالملک عادل جون پوری | ۷۱ |
| [۶] شیخ قطب الدین ظفر آبادی | ۷۲ |
| [۷] شیخ علاؤالدین جون پوری | ۷۳ |
| [۸] مولانا الہ داد جون پوری | ۷۴ |
| [۹] قاضی سماؤالدین جون پوری | ۷۵ |
| قاضی صاحب کے اولاد واحفاد | ۷۵ |
| **قاضی صاحب کی تصنیفات وتالیفات** | **۷۶** |
| [۱] الارشاد فی النحو | ۷۷ |

| | |
|---|---|
| [۲] المعافیہ فی شرح الکافیہ ........................................ | ۷۸ |
| [۳] البحر المواج والسراج الوہاج فی تفسیر القرآن ........................ | ۷۹ |
| [۴] شرح اصول بزدوی تا بحث امر ........................................ | ۸۰ |
| [۵] شرح قصیدۂ بانت سعاد ........................................ | ۸۰ |
| [۶] شرح قصیدۂ بردہ ........................................ | ۸۱ |
| [۷] رسالہ در تقسیم علوم ........................................ | ۸۱ |
| [۸] رسالہ افضلیت عالم بر سید ........................................ | ۸۲ |
| [۹] مناقب السادات ........................................ | ۸۳ |
| [۱۰] ہدایۃ السعداء ........................................ | ۸۴ |
| [۱۱] بدیع البیان/ بدیع المیز ان ........................................ | ۸۴ |
| [۱۲] جامع الصنائع ........................................ | ۸۵ |
| [۱۳] رسالہ در طہارت زباد ........................................ | ۸۶ |
| [۱۴] عقیدۂ شہابیہ ........................................ | ۸۶ |
| [۱۵] فتاویٰ ابراہیم شاہی ........................................ | ۸۷ |
| [۱۶] ایک کتاب تفسیر میں ........................................ | ۸۷ |
| [۱۷] رسالہ معارضہ ........................................ | ۸۸ |
| [۱۸] المصباح ........................................ | ۸۸ |
| [۱۹] اسباب الفقر والغنیٰ ........................................ | ۸۸ |
| [۲۰] اصول ابراہیم شاہی ........................................ | ۸۸ |
| قاضی صاحب کا سفر آخرت ........................................ | ۸۹ |
| تعارفِ مؤلف ........................................ | ۹۰ |
| مآخذ ومراجع ........................................ | ۹۹ |
| مضامین کی ایک جھلک ........................................ | ۱۰۱ |